Urdu Text – Khutba Juma 12 Aug 2016

خطبہ اول`

اوصیکم عباد اللہ و نفسی بتقوی اللہ۔ اتقوا اللہ فان خیر الزاد التقویٰ

تقویٰ الٰہی زندگی کا محور:

اے بندگانِ خدا!

آپ سب اوراپنے نفس کو تقویٰ الٰہی کی وصیت، نصیحت اور تاکید کرتاہوں اور دعوت دیتاہوں کہ اپنی زندگی تقوی کے مطابق بسر کریں۔اپنی زندگی کا منشور الٰہی تقوی قرار دیں۔خداوند تبارک و تعالی نے انسان کو حیات دی ہے اور اس حیات کے لیے ہدایت نازل کی ہے۔ تقوی انسان کی الٰہی طرزِ زندگی اور ہدایت کا محور ہے۔ انسان، اہل ایمان و بندگانِ خداکو تقوی سمجھانے کیلئے قرآن کریم میں بہت ہی خوبصورت وزیبا تعبیرات، جملے وکلمات استعمال ہوئے ہیں۔ان میں سے ایک مورد سورہ مبارکہ اعراف میں آیت 26 میں ہے

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیۡرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّہُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ

خداوند تبارک وتعالی کااس آیہ شریفہ میں خطاب بنی آدم کو ہے۔یابنی ادم! اے اولادِ آدم، ابناء وبناتِ آدم۔ مقصود مرد وخواتین سب ہیں، تغلیب کے باب سے بنی کہاہے اور بنی یابنو، بنات کو بھی شامل ہوتاہے، اس میں بنات بھی درج ہیں کہ خداوند تبارک تعالی نے آپ کے لیے جہاں پر اور بھی نعمتیں خلق اور نازل فرمائی ہیں ان میں سے ایک تمہارے لیے نعمتِ لباس مقرر کی ہے۔

نزولِ قرآنی:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا

ہم نے آپ کے لیے لباس نازل کیاہے۔

نزول کا معنی کیاہے؟ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ جیسے بارش نازل ہوتی ہے یا آسمان وجنت سے تمہارے لیے سلاہوالباس اتاراہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے تمہارے اختیار ودسترس میں قرار دیاہے اگر کوئی چیز پہنچ ودسترس میں چلی جائے اسے نزول کہاجاتاہے۔ جیسے قرآن کریم کانزول ہے۔

قرآن پہنچ سے باہر تھا، اعلیٰ علیین، کتابِ مکنون اور مقامِ لدن میں تھا۔ جیسے خداوند تبارک وتعالیٰ نے نازل کیا۔ نزولِ مکانی نہیں ہے۔ چونکہ پہلے بھی قرآن مکان میں نہیں تھااور ابھی بھی مکان میں نہیں ہے بلکہ قرآن علمِ الٰہی میں تھاوہاں سے انسان کی پہنچ میں قرار دیاہے، اسے نزول کہتے ہیں۔ اسی طرح خداوند تبارک وتعالی نے بہت سی اور چیزیں نازل کی ہیں جیسے پانی کے بارے میں ہے کہ اسے ہم نے نازل کیاہے، رزق تمہارے لیے نازل کیاہے، لباس تمہارے لیے نازل کیاہے، اس نزول سے مراد پہنچ میں آناہے۔

لباس کادسترس میں آنا:

لباس تمہاری دسترس میں قرار دیاہے، جن چیزوں سے لباس بنتاہے، وہ زمین سے اگتی ہیں اور زمین سے اگ کر اپنامعین عمل گزار کے اور ایسی شکل اختیار کرلیتی ہیں جن سے انسان آسانی سے لباس مہیاکرسکتاہے۔ اس طرح انسان کی پہنچ میں ہوجاتاہے۔ وہ چیز جوانسان نے کشف ہی نہیں کی، انسان کواس کے بنانے کاعلم نہیں ہے۔ انسان کو خبر یااطلاع نہیں ہے کہ اسی کے اردگرد ماحول میں ایسے امور موجودہیں جن سے انسان لباس مہیاکرسکتاہے۔ ان امور کو اگر انسان کے اختیار میں قرار دیاجائے تو یہ نزول کہلائے گا۔ اسے نزول کاعنوان دیاگیاہے۔ اب اس سے کوئی یہ نکتے نہ نکالے کہ

اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ

کہ انسان کے لیے آسمانوں یا جنت سے سل کر بن کر جوڑے آئے ہیں، ایسا نہیں ہے! یعنی تمہاری پہنچ میں قرار دیا ہے۔ خلقتِ انسان کے بعد لباس انسان کے لیے کیوں ضروری سمجھا؟ چونکہ لباس کے بغیر انسان کی زندگی مناسب نہیں ہے۔

لباس کی حکمت:

یہاں پر اس آیہ کریمہ میں دو حکمتیں ذکر ہوئی ہیں۔ ایک

یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ

اسلئے کہ تمہارے جسم کی جو قباحتیں ہیں انہیں چھپائے۔ یعنی بدن کے وہ حصے پوشیدہ اور پنہاں رکھے جنہیں ظاہر کرنا برائی سمجھا جاتا ہے اور تمہارے جسم کو خداوند تبارک و تعالی ان برائیوں سے محفوظ رکھے اور دوسرا ہے وریشا، ریش کا مطلب ہے زینت، ریش پرندے کے پر کو کہتے ہیں چونکہ پرندے کے پر، اس کی زینت بنتے ہیں اس لیے ریش زینت کے لیے استعمال ہوتا ہے، انسان بھی جو کچھ زینت کرتا ہے اسے ریش کہتے ہیں۔ اگرچہ لغت میں اس کا معنی پر ہے۔ دوسری حکمت لباس کی یہ ہے کہ یہ انسان کی زینت ہے۔ خدا نے انسان کے لیے زینت کا حکم قرار دیا ہے اور زینت و طیبات انسان کے لیے اللہ تعالی نے مقرر کیے ہیں اور انہیں حکم دیا ہے کہ آپ ان طیبات سے استفادہ کریں، وہ طیبات و پاکیزہ امور آپ کے زندگی میں استعمال میں آئیں تاکہ انسان حیاتِ طیبہ حاصل کرسکے اور ساتھ ہی سرزنش کی ہے کہ

مَنْ حَرَّمَ ؟

کون ہیں جنہوں نے خداوند تعالی کی مقرر کردہ حلال، طیبات و زینتوں کو حرام قرار دیا ہے،

مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ

خداوند تبارک و تعالی نے اپنے بندوں کے لیے جو زینتیں مقرر کی ہیں انہیں کس نے حرام قرار دیا ہے؟ طیبات، یا پاکیزہ رزق جو خدا نے تمہارے لیے بنایا ہے اسے کس نے ممنوع و حرام قرار دیا ہے؟

تمہارے لیے لباس مقرر کیا ہے تاکہ تم اپنے لیے ستر و بدن کے نمائش کو ڈھانپ کر رکھو۔ بدن کو پوشیدہ رکھو۔ لباس ستر کے طور پر ہے اور دوسرا یہ لباس تمارے لیے زینت ہے

۔

خیر کا عرفی معنٰی:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ

اور لباسِ تقویٰ تمہارے لیے خیر ہے۔ یعنی لباسِ تقویٰ تمہارے لیے لازمی و ضروری ہے۔

خیر، عربی لفظ ہے و قرآن میں کثرت سے استعمال ہوا ہے و معارفِ دینی میں لفظِ خیر، شر کے مقابلے میں ہے لیکن فارسی اور اردو میں خیر اس معنی میں استعمال نہیں کرتے جس معنی میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ اس وجہ سے خیر کا لفظ اپنی معنی کھو بیٹھا ہے۔ بے مضمون قسم کا لفظ بن گیا ہے، فارسی میں خیر انکار کے معنی میں ہوتا ہے، اگر آپ کسی سے پوچھیں کہ آپ کے پاس کتاب ہے تو وہ کہہ گا خیر، یعنی نہیں ہے۔ یہ فارسی بول چال میں خیر با معنی ہے، یہ ان کا اپنا بنایا ہوا معنی ہے، اور اس لیے اہلِ فارس کو اگر کہیں کہ یہ خیر ہے تو اس سے وہ معنی نہیں سمجھتے جو قرآن کریم میں خداوند تبارک و تعالی نے بیان فرمایا اور مراد لیا ہے۔ اردو میں خیر مختلف زبانوں میں مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے خیر پنجابی میں فقیر کو دیے جانے والے اس راشن یا پیسے کو کہتے ہیں جو مانگنے والے فقیر و گدا کو دیا جاتا ہے۔ ہم نے اس کو خیر دی ہے یا یہ خیر مانگنے یا لینے آیا ہے۔

خیر کے معنی یہ نہیں ہیں اور خیر کا ایک عمومی معنی، نیکی یا اچھائی ہے جو ذہنوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ تمھارے لیے یہ کام خیر یا بہتر ہے۔ عموما خیر اس لیے استعمال کرتے ہیں۔ عربی زبان میں خیر کا ایک معنی بہتر بھی ہے۔ جب دو چیزوں میں موازنہ کرتے ہیں کہ یہ شے بہتر ہے یا یہ شے بہتر ہے تو وہاں پر یہ کہتے ہیں کہ یہ اس سے بہتر ہے اور مفسرین و مترجمینِ قرآن کے ذہنوں میں یہی معنٰی بیٹھا ہوا ہے۔

خیر کا قرآنی معنی:

قرآن میں جہاں بھی لفظِ خیر استعمال ہوتا ہے اسے بہتر ہی معنی کرتے ہیں۔ بہتر موازنے کے لیے آتا ہے، خیر و شر آپس میں ضد ہیں۔ قرآن کریم نے خیر کا لفظ کثرت سے استعمال کیا ہے اور انسان کی ہدایت و نجات کے لیے تمام ضروری امور کو خیر کا عنوان دیا ہے کہ یہ تمہارے لیے خیر ہیں جبکہ تمام مضر و نقصاندہ امور، مہلک و تباہ کن امور کو شر کا عنوان دیا ہے کہ یہ تمہارے لیے شر ہیں۔ یہ نابود کرنے والی چیزیں ہیں۔ خیر تمہارے لیے لازمی، ضروری اور حتمی چیزیں ہیں کہ اس کے بغیر تمہاری ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ جس سے کسی شئ کی بنیادی ضرورت پوری ہوتی ہو وہ خیر ہے۔ اگر علم کے بغیر انسان کی بنیادی ضرورت پوری نہیں ہوتی تو علم کو خیر کہیں گے۔ کیوں خیر ہے؟ کیونکہ اس سے انسان کی اصل ضرورت پوری ہوتی ہے اگر وہ شئ نہ ہو تو انسان ادھورا اور ناقص ہے جبکہ بہتر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ضرورت تو اس سے بھی پوری ہو جاتی ہے لیکن یہ ساخت، کیفیت، بناوٹ اور قیمت میں اس سے بہتر شئ لگتی ہے لیکن ضرورت اس سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔ جب خیر موازنے کے اندر استعمال کرتے ہیں وہاں خیر کا یہ معنی ہوتا ہے،

قرآن کریم میں جب کسی چیز کو خیر کہا جاتا ہے کہ اللہ کا ذکر کرو کہ یہ خیر ہے، سورہ جمعہ میں ہے

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

یہ تمہارے لیے خیر ہے۔ خیر یعنی تمہارے لیے بہتر ہے! جب خیر کا بہتر معنی کرتے ہیں تو سرے سے مرادِ قرآن ہی ضائع کر دیتے ہیں اور معارفِ قرآن و معنی قرآن اور ہدایت قرآن سے دوری اسی وجہ سے ہے کہ ہم ان کے معنی درست نہیں کرتے۔ ہم معنی ہی ایسا کرتے ہیں کہ جس میں اس کی اہمیت اور افادیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

لہو اور لعب کا عرفی اور قرآنی معنی:

اس کی مثالیں پہلے بھی ذکر کی ہیں جیسے لہو اور لعب، اس کا معنی ایسا کرتے ہیں جس میں انسان لہو بھی کرتا ہے اور لہو کرتے ہوئے انسان کی حساسیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ لہو کا معنی کھیل کود کرتے ہیں۔

آپ شیعہ و سنی مترجم قرآن دیکھیں تو سب کے اندر لہو و لعب کا معنی کھیل کود ہے، جبکہ اکثریت کھیل کود نہیں کرتی، بہت کم لوگ ہیں جو کھیل کود میں ہوتے ہیں۔ تجار کھیل کود نہیں کرتے باقی جتنے اداروں میں بیٹھے ہوئے ملازمین ہیں یہ کھیل کود نہیں کرتے، عورتیں گھروں کے اندر بیٹھی ہوئی کھیل کود نہیں کرتیں۔ اکثر عورتیں، بوڑھی عورتیں، بچہ دار عورتیں و خانہ دار عورتیں کھیل کود نہیں کرتیں لیکن لہو کرتی ہیں لعب کرتی ہیں چونکہ اس کا معنی ہی کھیل کود غلط کیا ہے۔ جو کھیل کود نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو سالم سمجھتا ہے کہ میں تو محفوظ ہوں، میں تو لہو و لعب نہیں کر رہا۔

لہو اور لعب کے عملی مصادیق:

لہو و لعب یعنی بے مقصد اور مقصد سے دور کرنے والے کام، بیشک سنجیدہ ہوں، کھیل کود نہ ہو، بڑے سیریس کام کر رہے ہوں لیکن بے مقصد ہیں اور مقصد سے دور کرنے والے امور ہیں انہیں لہو و لعب کہا جاتا ہے۔ جیسے ایک انسان مطالعہ کر رہا ہے لیکن بے مقصد مطالعہ کر رہا ہے۔ ایک دفعہ اخبار پڑھا، پڑھ کے رکھا دوبارہ اٹھا کے پھر وہی اخبار پڑھا، پھر اس کو رکھ دیا پھر تیسری دفعہ پھر ایک دفعہ پھر وہی اخبار پڑھا، اخبار میں جتنے اشتہار ہیں، جتنے ٹینڈر ہیں، وہ ضرورت کے اشتہارات ہیں، فلاں ڈرایور کی ضرورت ہے فلاں پلمبر کی ضرورت ہے وہ سارے پڑھ رہا ہے، خوب یہی لہو ہے یہی بے مقصد مطالعہ ہے۔ یہی سرگرمی ہے جو آپ کو مقصد سے دور کر رہی ہے۔

اسی طرح اور گھریلو کام و مصروفیتیں، گپ شپ، آنا جانا، موبائل پر وقت سرف کرنا یہ کھیل کود نہیں ہیں۔ دورانِ گفتگو میں ٹیلیفون کرنا۔ ایسا فون جس میں مقصد نہیں ہے بس اور سنائیں، وہ ادھر سے کہتا ہے کہ آپ اور سنائیں، خوب اور سنائیں۔ کوئی مقصد نہیں ہے ایسے بے مقصد کال کی ہے۔ یہ سب لہو و لعب ہے۔ اس کا ترجمہ کھیل کود غلط کیا گیا ہے جبکہ اکثر وہ لہو میں مصروف ہوتے ہوے بھی اپنے آپ کو لہو و لعب سے دور سمجھتے ہیں چونکہ ہم نے ترجمہ ہی غلط کیا ہے۔

کسی چیز کی کمی کی تکمیل:

اسی طرح خیر کا ترجمہ غلط کر کے اور ہم خیر سے محروم ہو گئے ہیں۔ خیر کو ہم اردو میں لے آئے جبکہ اردو میں اس کا ترجمہ بہت ہی ابتدائی سا کیا ہوا ہے اور جہاں بھی قرآن میں خیر کا لفظ آتا ہے تو اس کا معنی اردو کا ہے جبکہ اصطلاح ہندی ہے۔ اقبال کے بقول کہ

نغمہ ہندی ہے تو کیا   لے تو حجازی ہے مری

خوب نغمہ ہندی ہے لے حجازی ہے، معنی بھی حجازی، قرآنی اورالٰہی ہونا چاہیے، جس طرح لفظ قرآنی ہے مفہوم بھی اس کا قرآنی ہونا چاہیے۔ خیر کا مطلب ہے وہ شیٔ جس کو طلب کیا جائے۔ وہ مطلوب جس کی طلب وجستجو کی جائے اس شیٔ کو خیر کہتے ہیں اور جستجو وطلب وہ کرتا ہے جس کے اندر اس چیز کی کمی ہو اور کمی اس وقت طلب پیدا کرتی ہے کہ جو کمی انسان کو اٹھائے اوراکسائے کہ جس کمی کی صورت میں انسان ناکام ہے۔ اس کمی کی حالت میں انسان ادھورا، شکست خوردہ اور نامکمل ہے، اس وجہ سے انسان کے اندر طلب اور جستجو پیدا ہوتی ہے۔

مطلوبِ عقل ومطلوبِ خواہش:

کچھ چیزیں ہیں جو انسان کو کھینچتی ہیں ان کے اندر کشش ہے، انسان کو طلب نہیں ہے بلکہ وہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہیں، انسان کی خواہشات یا انسان کے کسی پہلو کو وہ چیزیں اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ یہ امور جو انسان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں انسان کو ان کی جستجو وطلب نہیں ہوتی، عموماً وہ خواہشات سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواہشات، انسان کے اندر ایک احساس ہے جس کے ذریعے سے دوسرے انسان کو اپنے جال میں اتار لیتے ہیں۔ خواہشات انسان کی کمزوریاں ہیں۔ ان سے دوسروں کے فریب اور نرغے میں آجاتا ہے۔ مطلوب وہ چیز ہے جو انسان عقل کے ذریعے طلب کرتا ہے۔ خواہش طالب نہیں ہوتی بلکہ انسان کی عقل، طالب ہوتی ہے۔ عقل کے ذریعے تشخیص دیتا ہے، عقل کے ذریعے جستجو کرتا ہے، عقل کے ذریعے طلب کرتا ہے، کیوں طلب کرتا ہے؟ کیونکہ عقل یہ تشخیص دیتی ہے کہ یہ لازمی چیز ہے، اس کا ہونا ضروری ہے اس کے نہ ہونے میں انسان کی ہلاکت ہے، اس لیے عقل اس کو اکساتی ہے کہ اب اس کی طلب کرو! اب اس کا ہونا ضروری ہے۔ خیر قرآن کریم میں اسطرح کے مورد میں جیسے اس آیہ کریمہ میں ہے کہ

خیر اور شر:

ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ

یعنی یہ تمہارے لیے لازمی ہے۔ تمہارے لیے لباسِ تقویٰ لازمی وحتمی ہے۔ تمہاری ضرورت ہے چونکہ لباسِ تقویٰ کے بغیر ہلاکت ہے۔ چونکہ دوسری صورت شر ہے۔ اگر کسی نے لباسِ تقویٰ نہ پہنا ہوا ہو، لباسِ تقویٰ سے ملبس نہ ہو۔ لباسِ تقویٰ اس کی روح، تن وجسم اور وجود پر نہ ہو، اس کے ماحول اور محیط میں نہ ہو، اس کی زندگی اور تعلقات میں نہ ہو، تو اس حالت کا نام "شر" ہے۔

ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ

تقویٰ لازمی ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو شر یعنی نقصان وضرر ہے، دوسری حالت ضرر اور نقصان والی ہے۔ یہ باتیں تجار بہتر سمجھتے ہیں۔ اگر ایک تاجر کو کہیں کی یہ معاملہ کرنے میں تمہارے لیے خیر ہے اور یہ معاملہ تمہارے لیے شر ہے، یا یہ معاملہ کرو تو خیر ہے نہ کرو تو شر ہے۔ اس سے مراد کیا ہے؟ یعنی یہ معاملہ کرو تو اس میں نفع ہے اگر نہ کرو تو اس میں نقصان ہے۔ تاجر کے لئے خیر وشر کا معنی نفع اور نقصان ہے۔ لباسِ تقویٰ اگر نہیں پہنا، لباسِ تقویٰ اگر نہیں بنوایا، لباسِ تقویٰ اگر زیبِ تن نہیں کیا تو پھر تمہاری ہلاکت ہے چونکہ تمہارے لیے تقویٰ کا لباس خیر ہے۔

قرآن کے سرسری وسطحی ترجمے:

تقویٰ کو یہاں لباس کے ساتھ نسبت دی گئی ہے۔ مفسرین نے اپنے تئیں اس آیات کے موارد ومعانی ذکر کیے ہیں۔ اگرچہ اکثر سرسری طور پر اس سے گزر گئے ہیں اور یہ الجھن تفاسیر کے ذریعے قرآن سمجھنے میں ہے۔ یہ مشکل ہے کہ آیات قرآن کریم میں کئی مقامات ایسی ہیں جہاں سے مترجمین ومفسرین سرسری وبڑی سادگی سے مطلب کو چھوڑ کر گزر جاتے ہیں کہ یا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت ہی واضح ہے یا یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے اندر کوئی کام کی بات نہیں ہے۔ اس وجہ سے ایسے موارد سے اکثر گزر جاتے ہیں جیسے لباسِ تقویٰ۔ بعض نے یہ ذکر کیا ہے کہ لباسِ تقویٰ سے مراد بھی لباس ہے جو آپ کا تن ڈھانپتا ہے اور یہی لباس ہے جو زینت کے طور پر آپ پہنتے ہیں، اسی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ تقویٰ کی بنیاد پر ہونا چاہیے، یعنی حلال کا ہونا چاہیے، حرام کا نہیں ہونا چاہئے اور اس کے اندر نمائش وغرور نہیں ہونا چاہیے اس کے اندر خود نمائی نہیں ہونی چاہیے فقط ستر اور زینت کے طور پر ہو۔

اگر اس کے علاوہ کسی نے اس کو غرور وتکبر یا اترانے کے لیے پہنا ہے تو یہ لباسِ تقویٰ نہیں بلکہ لباسِ شر ہو جائے وہی لباس جو آپ دھاگے کا، کاٹن کا یا دیگر مواد کا پہنتے ہیں لباس تقویٰ بھی اسی کو کہا گیا ہے کہ یہ لباس بھی تقویٰ کے ساتھ ہونا چاہیے لیکن آیہ کریمہ میں لباسِ تقویٰ اس لباسِ جسمانی کے مقابل میں استعمال ہوا ہے

لباس کی اقسام:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا

اے بنی آدم! ہم نے آپ کے لیے لباس مقرر کیا ہے، لباس خلق کیا ہے جس کا کام ہے

يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ

کہ تمہارے بدن کی قباحتیں چھپائے ورِیشا اور تمہاری زینت ہو۔ یہ لباس مقرر کیا ہے پھر اس کے بعد ہے کہ ایک اور لباس تمھارے لئے مقرر کیا ہے، نہ یہ لباس اور اس کی اگلی خصوصیت بلکہ لباسِ دیگر ہے

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى۔

ایک یہ لباس ہے جو لیے تمھارے بدن اور ستر کو چھپاتا ہے اور زینت بھی دیتا ہے۔ تمہارے لیے لباسِ تقویٰ بھی ہے۔ پس دو لباس ہیں اور یہ تمہارے لیے دونوں لازمی ہیں، یہ دونوں لباس آپ نے زیبِ تن کرنے ہیں۔ دونوں سے تم نے ملبوس ہونا ہے، لباسِ تقویٰ سے بھی اور لباسِ تور یہ سے بھی جو آپ کے بدن کو چھپائے اور لباس زینت۔ یہ دونوں قسم کا لباس آپ کے تن پر ہو۔

اللہ کی نشانیاں:

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

اور یہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ یہ لباس بھی خدا کی نشانی ہے جو تن ڈھانپتا ہے لیکن غافل کے لیے کوئی چیز نشانی نہیں ہوتی۔ غافل وہ انسان ہے جو نشانیوں کو بھی اپنے لیے خوراک اور چراہ گاہ سمجھتا ہے، جو نشانیون کو بھی اپنی ہوس اور شہوات کے لیے استعمال کرتا ہے۔ غافل انسان، جو تربیت یافتہ نہ ہو، غفلت میں ڈوبا ہوا انسان، نشانیوں کو نشانی نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات و نشانیاں جو ہر شکل و صورت میں ہیں، مختلف صورتوں میں انسان کے لیے قدم قدم پر رکھی گئی ہیں۔ رات، دن بھی اللہ کی نشانیاں ہیں، موسم کا بدلنا بھی اللہ کی نشانیاں ہیں، ہواؤں کا چلنا، بارش کی برسات، گرمی سردی اللہ کی نشانیاں ہیں، ان گرمیوں سردیوں میں پودوں کا اگنا، خزاں کا آنا، پھلوں کا پکنا، ان میں رس بھرنا ان میں مٹھاس آجانا انکے ذائقے طعام اور ان کے اندر خوشبو آجانا یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں لیکن شکم پرستوں کے لیے سب چارہ و کھانے کی چیزیں ہیں۔

انسان اور حیوان میں فرق:

یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں غور کریں، آپ کے سامنے آم آتا ہے آپ اسکو فورا نشانی سمجھے بغیر کھا جاتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ یہ بنا کیسے ہے؟ اسی مٹی سے بنا ہے، اسکے اندر جو رس بھرا ہوا ہے یہ اسی مٹی سے نکلا ہے، اسکی خوشبو اسکا طعام، اسکا ذائقہ اسکی شکل اسکی مہک۔ یہ کیا کارخانہ ہے؟ خاک سے اس قدر عالی نفیس، پاکیزہ، طیب خدا نے چیز بنائی اور اسکو کیسے بنایا اور اسکی تشکیل، اس میں یہ سب کچھ کیسے پہنچا، کس نظام کے تحت پہنچا۔ آپ تین کریٹ آم کھا گئے لیکن ایک دفعہ بھی ایک آم پکڑ کر ذہن میں یہ نہیں سوچا کہ یہ بنا کیسے ہے؟ یہ خدا کی نشانی ہے۔ جیسے بھینس، بیل اسکے لیے یہ نشانیاں نہیں ہیں، ان کے لئے یہ چراگاہ ہے چارہ ہے، راشن ہے وہ راشن کے طور پر ہر چیز کھا رہے ہیں لیکن اللہ نے انسان کو عقل دی ہے، یہ سب نشانیاں ہیں حتی جو تمہاری ضرورتیں پوری کرتی ہیں یہ چیزیں بھی اللہ کی نشانیاں ہیں، ان میں ایک پہلو انکا آیت ہونا ہے، لباس تمہارے لیے آیت ہے۔ اپنے لباس کا تعاقب کرو کہ یہ آیا کہاں سے ہے؟ بنا کہاں سے ہے؟ یہی جو تن پر پہنا ہوا ہے ذرا علمی طور پر اس لباس کا تعاقب کریں کہ کہاں سے آیا؟ بنا کیسے؟ کن مراحل سے گزرا اور آج میرے تن پر آنے تک اس نے کتنا سفر کیا ہے تو وہیں پر لباس دیکھ کے انسان سجدے میں چلا جاتا ہے، لیکن اگر حیوان کی طرح غافل ہو، مویشی کی طرح وہ صرف اس کو اترانے و غرور کے لیے، اس لباس میں رغبت رکھتا ہے، نشانی کے طور پر اس نے کبھی بھی اس لباس کو نہیں دیکھا کہ یہ لباس کہاں سے نکلا اور کیسے میرے تن پر آگیا۔ یہ غفلت کا نتیجہ ہے۔

آیاتِ خدا میں تفکر!

شیخ سعدیؒ کے بقول کہ یہ ساری کائنات، سورج چاند ستارے یہ سب گردش میں رہی۔ کس لیے یہ سارا نظام گردش میں ہے؟ اس لیئے تا کہ تجھے روٹی کا ایک ٹکڑا ملے اور غفلت سے نہ کھائے!

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند

تاتونانی بہ کف آری وبہ غفلت نہ خوری

یہ سب اس لیے ہے کہ تجھے روٹی کا ایک نوالہ ملے اور غفلت سے نہ کھائے۔ مویشی کی طرح نہ کھائے۔ مویشی غفلت سے کھاتا ہے، وہ چارا چرجاتا ہے۔ انسان غفلت سے نہ کھائے بلکہ شکر کے ساتھ کھائے۔ شکر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اسکو اللہ کی نشانی سمجھے اور اسکے اندر سب سے پہلی چیز یہی لکھی ہوتی ہے کہ یہ اللہ کی نشانی ہے جبکہ مویشی کے لیے وہ نشانی نہیں ہے جبکہ فقط راشن ہے،

"یہ تمہارے لیے خدا نے بنایا اور اس میں تمہارے لیے خیر ہے اور یہ تمہارے لیے اللہ کی نشانی ہے۔"

لباس کا دقیق ترجمہ:

لباس، یہ بھی عربی لفظ ہے، لفظِ لبس سے لباس بنا ہے۔ کئی الفاظ ہیں جو اس سے نکلے ہیں، لَبس و لُبس اصل مادہ ہے اور اس سے لباس، لابس، ملبس، ملبوس، ملبوسات یہ سب اسی سے نکلے ہیں۔ لفظ لبس ڈھانپنے کو کہتے ہیں لغت میں کسی چیز کو دوسری چیز سے ڈھانپ دینا اس طرح سے کہ اس ڈھانپنے کے ذریعے سے وہ چیز محفوظ ہو جائے چونکہ ہر چیز کو اس وقت ڈھانپنے کی ضرورت ہوتی ہے جب اسے خطر ہو۔ بعض چیزوں کو روشنی سے ڈھانپا جاتا ہے کہ انکے اوپر روشنی نہ پڑے، بعض چیزوں کو ہوا کی زد سے ڈھانپا جاتا ہے، بعض چیزوں کو گرمی سے ڈھانپا جاتا ہے، بعض چیزوں کو کسی کیڑے مکوڑوں سے ڈھانپا جاتا ہے کہ ان کو کیڑا مکوڑہ نہ لگ جائے۔ بہت ساری چیزیں ہیں جنہیں ڈھانپنے کی ضرورت ہے۔

ہم گھروں کے اندر بھی ضروریات زندگی بہت ساری ڈھانپ کے رکھتے ہیں، کوَر کے اندر رکھتے ہیں، کسی محفوظ صندوق یا باکس میں رکھتے ہیں۔ جس چیز کو بھی ڈھانپنا ہو، اس کا مطلب ہے کہ کسی چیز کی زد سے وضرر سے اسکو محفوظ کر رہے ہیں۔ ممکن ہے نگاہوں سے ہو، ہوا، روشنی اور گرمی سے یا کسی بھی چیز سے اس کو بچانے کے لیے ڈھانپا جائے لیکن اگر کسی چیز کا کوئی ضرر و نقصان نہ ہو، اس چیز کو ڈھانپنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے بہت ساری چیزیں کھلی ہیں، انہیں نہیں ڈھانپنا چاہیے اور انہیں ڈھانپنا عقلمندی نہیں ہے جیسے باہر گھاس ہے پودے و درخت ہیں اسے نہیں ڈھانپنا چاہیے، زمین ہے نہیں ڈھانپنا چاہیے، کھیت و باغ ہیں انہیں نہیں ڈھانپنا چاہیے، گرمی ہے تو ان کو لگنے دیں سردی ہے ان پر پڑنے دیں، ہوا ہے تو چلنے دیں، ہوا چلتی ہی انہی کے لیے ہے۔

ہوا کی ایک اہم خصوصیت:

قرآن کریم میں ہے کہ ہوائیں کیا کرتی ہے؟ ہوا کا ایک مقصد جو قرآن نے ذکر کیا ہے۔ ہمیں تو ہوا چاہیے کہ حبس نہ ہو اور گرمی نہ لگے۔ پودوں کو بھی ہوا چاہیے لیکن حبس سے بچنے کے لیے، انہیں ہوا نہیں چاہیے تو پھر انہیں ہوا کس لیے چاہیے، شادی کے لیے چاہیے، پودوں کی شادی ہوا کے ذریعے ہوتی ہے، ہوا چلے تو سمجھو کہ پودوں کی شادی ہو رہی ہے۔ شادی سے مراد چونکہ ہوائیں تلقیح کا امر انجام دیتی ہیں، ہوائیں لواقح ہیں۔ پودوں میں نر و مادہ ہوتے ہیں۔ یہ نر و مادہ الگ الگ، ایک دوسرے سے دور ہیں اور نر و مادہ کا جو اس پھول سے نکلا ہوا مواد ہے وہ جب تک اس میں مخلوط نہیں ہو تا یعنی نر درخت کا برادہ جب تک مادہ درخت پر نہیں پڑتا مادہ درخت پھل نہیں دیتا، وہ بانجھ و عقیم ہے اس عورت کی طرح جسکے بچے پیدا نہیں ہوتے۔ نر درختوں کے اوپر پھول لگتے ہیں اور مادہ درختوں کے اوپر بھی پھول لگتے ہیں جبکہ نر درخت پھل نہیں دیتے۔ مادہ درخت پھل دیتی ہیں، نر درخت کا صرف پھول ہوتا ہے۔ یہ ہوائیں نر درختوں کا گردہ اڑاتی ہیں، اڑا کے مادہ درختوں کے اوپر چھینک دیتی ہیں اور اس طرح نر و مادہ کا مواد آپس میں مخلوط ہوتا ہے اور بھرپور پھل لگتا ہے۔

آم کا درخت ہے، کوئی بھی ہو، بیلیں ہیں، پودے ہیں ان کیلئے ہوائیں ضروری ہیں۔ اگر ایک سے ہوائیں نہ چلیں اس سے فصلیں نہیں ہوں گی، فصلوں میں کوئی پھل نہیں ہو گا چونکہ تلقیح کا عمل ہوائیں ہی انجام دیتی ہیں۔ خوب یہ ساری چیزیں انسان کے لیے مفید ہیں پس بعض چیزیں ہیں ان کو ہوا سے نہ روکیں۔ ان کو ہوا کے سامنے رہنے دیں، ان کو ہوا لگنے دیں۔ لیکن کچھ چیزیں ہیں اسے ہوا خراب کر دیتی ہے لہٰذا اسکو ڈھانپتے ہیں۔ جس چیز کو ڈھانپنے کی ضرورت ہے، اسکا مطلب ہے کہ کوئی آفت ہے کوئی ضرر و نقصاندہ چیز ہے لہٰذا اس سے محفوظ رکھنے کے لیے اسے ڈھانپا جاتا ہے۔

انسان کو ڈھانپنے کی ضرورت:

قرآن نے یہ فرمایا ہے کہ انسان کو بھی ڈھانپنے کی ضرورت ہے۔ انسان ان موجودات میں سے ہے جس کو ڈھانپا جائے۔ کھلا رکھا جائے تو ضائع خراب ہو جائے گا۔ اسکے اندر انسانیت ختم ہو جائے گی، وہ گوہر انسانی، جوہر و روح انسانی انسان کے اندر مر جائے گی اگر اسے ڈھانپا نہیں گیا۔ اگر یہ نہیں ڈھانپا گیا تو اس کا جسم رہے گا لیکن اس کی انسانیت ختم ہو جائے گی، پس اس لیے انسان کو لباس کی ضرورت ہے۔ لباس ڈھانپنے کا ذریعہ ہے۔ لبس، ڈھانپنا ہے، لباس وہ ذریعہ ہے جس سے ڈھانپا جائے۔ پوشیدہ کر دیا جائے، آفت سے اس

کو بچالیا جائے اسے لباس کہتے ہیں۔چونکہ انسان کے اپنے آپ کو ڈھانپنے کی ضرورت ہے، اللہ نے اس کیلئے خصوصی انتظام کیا ہے اور زمین کے اندر اکثر چیزیں ایسی اگائی ہیں جو انسان کی زندگی کو ڈھانپنے کے کام آتی ہیں۔ جیسے گھر بناتے ہیں یہ بھی ایک لباس ہے، گھر بھی آپکا لباس ہے چونکہ گھر بھی آپکو ڈھانپتا ہے، چھپاتا ہے اندر کچھ چیزیں محفوظ رکھتا ہے
۔

ابھی آپ اس مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں، آپ اس میں محفوظ ہیں، در و دیوار نے اور اسکے کھڑکیوں نے شیشوں نے آپکو ڈھانپا ہوا ہے، بہت ساری چیزیں اندر رخنہ نہیں کر رہیں، جیسے گرمی اندر نہیں آرہی چونکہ چھت نے ڈھانپا ہوا ہے۔ اس لیے چھت ضروری ہے چونکہ انسان اگر معرضِ شمس میں قرار پائے تو ہلاک ہو جائے گا، گرمی انسان کو تباہ کر دے گی، جہاں پھل پکاتی ہے وہاں انسان کو نابود کر دیتی ہے اس لیے انسان ان موجودات میں سے ہے جو غیر محفوظ ہے لہٰذا اسکو ڈھانپنے اور محافظ کی ضرورت ہے، اب مختلف چیزیں چاہئیں جو اسکی حفاظت کریں یہ جو محافظت کا اصول ہے حفاظت کے نام سے یہ مختلف ہیں لیکن ان میں انسان کے لیے ایک اہم محافظ لباس ہے۔لباس یعنی ڈھانپنے کا ذریعہ ۔لباس کا مطلب کپڑا نہیں ہوتا، کپڑے کو عربی میں کہتے ہیں سوب پس لباس کا مطلب کپڑا نہیں ہے، بعض ایسے ہوتے ہیں جو سرسری طور پر کسی زبان کے چند الفاظ ڈکشنری کی مدد سے ترجمے کرتے ہیں اور لباس کا مطلب بھی کپڑے ہی کرتے ہیں جبکہ کپڑے کے لیے سوب، سیاب لیکن لباس ڈھانپنے والی شئی کو کہتے ہیں، پس انسان ان مخلوقات میں سے ہے جسے ڈھانپنے کی ضرورت ہے، انسان کو کھلا نہیں رکھ سکتے۔انسان کو اس طرح سے معرضِ آفات میں قرار نہیں دے سکتے۔بنی آدم، یعنی عورتیں اور مرد، دونوں کو ڈھانپنے و لباس کی ضرورت ہے۔

قرآن میں لباس کی اقسام:

قرآن کریم میں بہت ساری چیزوں کو لباس کہا گیا ہے جیسے لباس التقویٰ بھی ایک لباس ہے یعنی تقویٰ سے اپنے آپ کو ڈھانپو، تقویٰ کا معنی ذہن میں ہے کہ تقویٰ کا مطلب حفاظت ہوتا ہے، پرہیز نہیں ہے! اگر ترجموں میں یہ ہی لکھا ہو تو آپ ذہن میں رکھ لیں کہ تقویٰ کا مطلب پرہیز نہیں ہے، پرہیز عربی میں اجتناب کو کہتے ہیں جبکہ تقویٰ حفاظت کے لیے ہے۔ وقا، وقایا حفاظت اور محفوظ رکھنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے گھوڑے کی زین، اب گھوڑے کی زین سوار کے لیے نہیں ہوتی کہ سوار اس میں آرام سے بیٹھے بلکہ گھوڑے کی زین گھوڑے کو بچانے کے لیے ہوتی ہے، نہ کہ سوار کے آرام و آسائش کے لیے ہو! زین گھوڑے کے لیے واقیہ ہے یعنی یہ گھوڑے کی پیٹھ کو زخمی ہونے سے بچاتی ہے، اگر زین کے بغیر کوئی گھوڑا استعمال کرے، اس پر سامان لادے تو اسکی پیٹھ جلدی زخمی ہو جاتی ہے، اس لیے اسکے اوپر زین ڈالتے ہیں تاکہ گھوڑے کی کمر محفوظ رہے۔

یا گھوڑے کا نعل ہے، گھوڑے کے پاؤں میں نعل لگاتے ہیں، وہ نعل بھی اسکے پاؤں کی حفاظت کے لیے ہے۔ چونکہ گھوڑے کو سنگلاخ و کچی زمینوں میں دوڑنا ہوتا ہے۔گھوڑا ہے ہی دوڑنے کے لیے، آرام آرام سے چلنے کے لیے نہیں ہے۔ جن جانوروں کو نہیں دوڑنا، انکے پاؤں اور طرح کے ہوتے ہیں اور جن کو دوڑنا ہے انکے پاؤں اور طرح کے بنائے گئے ہیں لہٰذا اسکے پاؤں کے نیچے نعل لگاتے ہیں، یہ بھی واقیا ہے۔

عربی زبان میں یہ لفظ وقایا جو تقویٰ کے مادہ سے ہے جہاں بھی استعمال ہوا ہے حفاظت کے لیے استعمال ہوا ہے۔ کسی بھی جگہ پرہیز کے لیے استعمال نہیں ہوا! مریض کے لیے کبھی بھی استعمال نہیں ہوا کہ مریض کو کھانے سے پرہیز کرنی ہے تو اسکے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہو! یہ حکیموں کی اصطلاح نہیں ہے بلکہ یہ جنگی اصطلاح ہے، گھوڑوں یا جنگوں میں استعمال ہوتی ہے۔اسی طرح وقایا، سِپر و ڈھال کو کہتے ہیں۔

زِرہ جو انسان بدن کے اوپر حفاظت کے لیے پہنتا ہے تاکہ جب دشمن وار کرے اور تلوار چلائے تو انسان کے جسم پر نہ لگے۔ زِرہ، لوہے کا بنا ہوا لباس یا لوہے کی جیکٹ یا قمیص ہوتی ہے۔اسی زرہ کی مانند سِپر و ڈھال ہے، شمشیر زن اپنے ایک ہاتھ میں ڈھال رکھتا ہے۔ عربی میں اس ڈھال کو بھی وقایا کہتے ہیں، پس ڈھال، سپر، زرہ یہ سب وقایا ہیں یعنی حفاظتی سامان ہے۔

اللہ کی حفاظتی تدبیر:

عربوں کے ہاں یہ لفظ لغت میں حفاظت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ انسان کے تقویٰ کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ تقویٰ یعنی اللہ کی طرف سے انسان کے لیے بنائی گئی حفاظتی تدبیر و حفاظتی نظام، جس حفاظتی تدبیر و نظام میں انسان محفوظ رہے، ہر چیز سے محفوظ رہے، دشمن سے، آفت سے، شر سے، اندرونی و بیرونی تمام خطروں سے محفوظ رہے، اس تحفظ کے نظام کو تقویٰ کہتے ہیں۔ وہ اصول جس سے انسان خطراتِ دنیا اور خطراتِ آخرت و عذاب اخروی سے بھی محفوظ رہے وہ تقویٰ کہلاتا ہے۔

لباس وہ ذریعہ ہے جس سے آپ نے ڈھانپنا ہے۔ اب قرآن نے آپس میں دو لفظوں کو ملا کر ایک ترکیب بنا دی ہے، لباس التقوی یعنی تقویٰ کا لباس، لباسِ تقویٰ انسان کے لیے خیر ہے یعنی لازمی ہے۔ پس یہ ہر صورت لازمی اور حتمی ہے چونکہ اسکے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہے، ہر صورت میں انسان نے اپنے لیے یہ لباس بنانا ہے۔

خیر کے معاشرے میں موجود مصادیق:

بعض اداروں میں اگر آپ جائیں تو وہاں یونیفارم ہوتا ہے جیسے فوج میں جو لوگ جاتے ہیں انکے لیے یونیفارم ہے۔

ذٰلِکَ خَیْرٌ ''خیر یعنی یونیفارم لازمی ہے نا کہ بہتر ہے کہ وہ دھوتی بھی باندھ سکتے ہیں لیکن یونیفارم پہنیں تو بہتر ہے! نہیں! یہ لازمی و حتمی ہے۔

ذٰلِکَ خَیْرٌ '' یہ تمہاری ضرورت ہے اور اس میں تم نے یہی کام کرنا ہے اور اکثر اداروں میں ہے جیسے یہاں اس جامعہ میں بھی طلاب کے لیے یونیفارم لازمی ہے۔ یہ خیر ہے یعنی لازم ہے۔ خیر کے مقابلے میں شر ہے۔

فلاں چیز تمہارے لیے خیر ہے، یہ نصاب، تعلیم کا خیر ہے یعنی ضروری و لازمی ہے۔ نصاب کے بغیر تعلیم نہیں ہو سکتی۔ معلم، تمہارے لیے خیر ہے یعنی لازمی ہے، معلم کے بغیر تعلیم نہیں ہو سکتی۔ لباسِ تقویٰ تمہارے لیے خیر ہے یعنی لازمی ہے۔ تقویٰ تحفظ کی تدبیر، یہ لباس تحفظ کی تدبیر بنا یعنی اپنی زندگی کو ڈھانپو۔ اپنی زندگی کیلیے اس کو پوشش بنا وَ۔ اس طرح سے اندر رہو کہ زندگی کا کوئی حصہ اس لباس سے عاری نہ ہو، عریاں نہ ہو، جس نے لباسِ تقویٰ نہیں پہنا ہوا وہ ننگا و عریاں ہے اور وہ اس حالت میں خطرات سے محفوظ نہیں، عذاب سے محفوظ نہیں،

بے تقویٰ انسان کی حقیقت:

پس جس نے تقویٰ لباس نہیں بنایا قرآن کی نظر میں وہ برہنہ ہے۔ برہنگی بے حیائی ہے، برہنگی فساد و انسان کے لیے ہلاکت ہے۔ انسان، عریانیت اور برہنگی کے ساتھ ساز گار نہیں ہے اور برہنگی انسان کے ساتھ ساز گار نہیں ہے، نہ مرد کے لیے، نہ عورت کے لیے اس لیے لباس تمہارے لیے لازمی ہے۔ اگر انسان مفہومِ تقویٰ سمجھے تو پھر اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کو لباس کیسے بنایا گیا ہے، قرآن کریم نے بہت سارے امور کو لباس متعارف کروایا ہے کہ یہ سب تمہارا لباس ہے جیسے رات تمہارے لیے لباس ہے۔ بیوی، شوہر کے لیے لباس ہے، شوہر، بیوی کے لیے لباس ہے۔ یہ سب تمہارے لیے لباس ہیں۔

قرآنی لباس کے مصادیق:

قرآن کریم نے بھوک و افلاس کو بھی لباس کہا ہے کہ اگر تم باز نہ آئے تو خدا تمہیں بھوک کا لباس پہنا دے گا۔ آسائش و رفاہ بھی لباس ہے یعنی اگر تم شکر خدا کرو گے تو تمہیں آسائش و رفاہ کا لباس پہنا دیا جائے گا۔ ان تمام امور کو قرآن نے لباس کا نام دیا ہے اور اس کے اندر خوبصورتی ہے کہ ان کو لباس کا عنوان دیا گیا ہے۔

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ھُنَّ لِبَاسٌ ''لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ ''لَّھُنَّ

تمہارے لئے ماہ رمضان کی رات میں عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے یہ تمہارے لئے پردہ پوش ہیں اور تم انکے لئے! (البقرہ، ۱۸۷)

فَاَذَاقَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ (النحل، ۱۱۲)

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰ (اعراف، ۲۶)

وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا (الفرقان، ۴۷)

ایک خوف کا لباس ہے، ایک بھوک کا لباس ہے، ایک ناامنی کا لباس ہے، رات بھی تمہارے لیے لباس ہے۔ پس متعدد اشیاء لباس ہیں، حالات بھی لباس ہیں اور صفات بھی لباس ہیں اور ان کو لباس کہنا قرآن کی حکمت میں، نظام الٰہی میں لباس کی حیثیت سے ان کو پوشش بنا کر پیش کرنا کہ یہ چیزیں تمہیں ڈھانپ لیں گی، اگر یہ کام کیا تو بھوک کا لباس تمہیں ڈھانپ لے گا، بھوک تمہیں ڈھانپ لے گی، تمہارے اوپر حاوی ہو جائے گی، اگر تقویٰ کا راستہ آپ نے ترک کر دیا تو پھر یہ لباس ناامنی تمہیں زیب تن کروائیں گے، رسوائی کا لباس، ذلت کا لباس، پریشانی کا لباس، حقارت کا لباس پہنا دیا جائے گا۔ آج ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ذلت، حقارت، رسوائی اور ظلم کا لباس پہنا ہوا ہے۔ یہ سب قرآن نے ان کو فرمایا ہے کہ یہ لباس ہے، ڈھانپ لیں اور جو چیز بھی انسانی زندگی کو ڈھانپ لے، چھپا لے اور سایہ بن جائے اسکے لیے وہ لباس شمار ہوں گی۔

مفلسین کو افلاس نے ڈھانپا ہوا ہے، مرفہین کو رفاہ نے ڈھانپا ہوا ہے۔ ان میں سے ایک لباسِ تقویٰ ہے۔ پس تقوی، لباس کی طرح آپکی پوری زندگی کو ڈھانپ لے ورنہ آپ عریاں ہیں،

نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام نے بھی قرآن کی اتباع میں لباس تقویٰ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اسے بعد میں انشاء اللہ اشارہ کریں گے۔

خداوند تبارک وتعالی انشاء اللہ ہم سب کو وتمام مومنین کو وتمام مسلمین کو لباس تقویٰ عطاء فرمائے!

خطبہ دوم

اوصیکم عباد اللہ ونفسی بتقوی اللہ۔ اتقوا اللہ فان خیر الزاد التقویٰ

تقویٰ، ایک حفاظتی حصار:

بندگانِ خدا!

آپ سب کو اور اپنے نفس کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں، دعوت دیتا اور اس کی تاکید کرتا ہوں۔ تقویٰ کو اپنی زندگی کا منشور بنائیں اور تقویٰ کے سائے میں زندگی بسر کریں۔ تمام حیاتِ انسانی تقویٰ کے سائے میں بسر ہو۔ تقویٰ، اللہ کی جانب سے انسانی حفاظتی تدبیر ہے۔ جنہوں نے بھی تقویٰ اختیار کیا وہ دنیاوی رسوائیوں سے بھی محفوظ ہیں اور اخروی عذاب سے بھی امان میں ہیں لیکن جنہوں نے تقویٰ چھوڑ دیا اور الٰہی تدبیر ترک کر دی اور تقویٰ کی بجائے حفاظت کے لئے اپنی تدبیریں کی ہیں وہ دنیا میں بھی رسوائیوں کا شکار اور اس دلدل میں غرق وڈوب رہے ہیں اور اُخروی عذاب بھی اُن کے انتظار میں ہے!

آج اس دنیا اور خصوصاً مسلمان دنیا کی سب سے بڑی مشکل یہی عدمِ تحفظ و غیر محفوظ ہونا ہے جبکہ مملکت وریاستِ پاکستان سب سے زیادہ اندرونی طور پر بھی اور بیرونی لحاظ سے بھی غیر محفوظ ہے۔ یوم آزادیٔ پاکستان یعنی چودہ اگست نزدیک ہے، اگرچہ یہ جشن کا دن ہے اور پوری قوم کو منانا چاہئے لیکن جس طرح یہ یوم آزادی پاکستانیوں کو نصیب ہوتا ہے شاید پوری دنیا میں، کسی قوم کو بھی اپنا یومِ آزادی ان حالات میں نہیں دیکھنا پڑتا، ہمارا یوم آزادی خون میں نہایا ہوا ہوتا ہے، اب ملت کا یہ خوشی کا دن منانا اور نہ منانا برابر ہے۔

دہشت گردوں کا ملت کو یومِ آزادی کا تحفہ:

اس سال بھی کوئٹہ کا بہت ہی دردناک واقعہ ہوا جس میں ایک کثیر تعداد بے گناہ و بے قصور لوگوں کی بغیر کسی جرم وخطاء کے دہشت گردی کا نشانہ بنی اور ایک بڑی تعداد زخمی ہوئے۔ وہ سب کے سب ہمدردی کے قابل ہیں اور ہم اُن کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں اور خداوند تبارک وتعالی سے اُن کے لواحقین واُن کے خاندانوں کے لئے صبر جزیل کی دعا کرتے ہیں اور اُن شہداء کے لئے خداوند تعالی سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

یہ رونما ہونے والے ان تلخ ترین حادثات میں سے ایک بڑا حادثہ ہے جو اس وقت ملکی سیاست اور ملکی سرگرمیوں پر ایک حد تک سایہ ڈالے ہوئے ہے لیکن تشیع کے لئے پاکستان کے اندر یہ واقعہ پہلا نہیں ہے اور آخری بھی نہیں ہے۔

ملت تشیع لگ بھگ تیس سال سے دہشت گردی کا نشانہ ہے، اس ملت نے وہ دُکھ، مصائب اور وہ منظر بھی دیکھا ہے جہاں اسی شہر کوئٹہ کے اندر دو دو سو اور اُس سے بھی زیادہ لاشیں شیعہ کو ملیں، ہر شہر میں تشیع کے ساتھ عرصے سے ایک قیامت کا منظر ہوتا تھا لیکن جیسے اب یہ واقعہ ہوا ہے، ہر ایک کو اُس میں اظہارِ ہمدردی کرنا چاہئے، ہم بھی کرتے ہیں چونکہ یہ سارے واقعات ملت کے لئے ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں لیکن جب تشیع کے ساتھ ایسا واقعہ ہوتا ہے تو اُس وقت نہ ملکی حکمران اور نہ ہی صاحبانِ اقتدار واختیار اور نہ ہی سیاستدان اور نہ ہی مسالک ومذاہب سے تعلق رکھنے والے اور نہ ہی ملت کے عمومی طبقات اُسے گویا دہشت گردی کا حادثہ ہی نہیں سمجھتے!

ہمدردی کے دُہرے قومی معیارات:

ان حادثات کو کیوں ایک جیسا نہیں سمجھتے؟ اگر وکلاء کو نشانہ بنایا جائے اور شیعہ کو نشانہ بنایا جائے تو اُس میں فرق کیوں کرتے ہیں؟ وکلاء ہمدردی کے لائق ہیں تو کیا شیعہ ہمدردی کے لائق نہیں ہیں؟ اُن کے ساتھ بھی ہمدردی کی جائے، اُن کے ساتھ بھی احساسات کا تبادلہ کیا جائے، اُن کی ڈھارس کے لئے بھی کچھ ہو! وہ بھی اس ملک کے رہنے والے ہیں۔ آپ آئے روز میڈیا پر صحافیوں کی باتیں، حکمرانوں کے تبصرے، اہل قلم کی کالم نویسیاں اور اہل سخن کے سخنوریاں دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں، یہ تجزیہ نگار ہیں، سارے ملکی اقتدار کے مالکین ہیں، یہ جب بھی اپنے کالم میں، اپنی گفتگو اور تبصرے میں دہشت گردی کا ذکر کرتے ہیں تو کون کون سے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں! پشاور سکول پر حملہ ہوا! باچاخان کالج پر حملہ ہوا، صفوراگوٹھ میں دہشت گردی ہوئی! کیا صرف یہی دہشت گردی کے واقعات ہیں؟ یہ ایک مرتبہ بھی ان واقعات کو دہشت گردی کے واقعات میں شمار نہیں کرتے کہ جن میں کئی سو شیعہ بیک وقت شہید ہوئے ہیں۔ تشیع کے خلاف ہونے والے سفاک واقعات کو دہشت گردی شمار نہیں کرتے!

اہلِ درد ہی درد کو سمجھتا ہے!

کراچی سے لے کر پارہ چنار تک اس خاک کا ذرہ ذرہ تشیع کے خون سے رنگین ہے لیکن کوئی اُسے دہشت گردی نہیں سمجھتا! کبھی اُسے دہشت گردی کے زُمرے میں ہی درج نہیں کرتے لیکن تشیع کی ان کے لئے بلکہ سب کے لئے ہمدردی ہے چونکہ جو زیادہ کسی ظلم کا مزہ چکھتا ہے اُسے دوسروں کی مظلومیت کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔

پاکستان میں آج ملتِ شیعہ ان وکلاء کے خاندانوں کی حالت کو سب سے بہتر جانتے ہیں، اُن مست لوگوں کی بجائے جو مستی سے کبھی فارغ ہوں تو کوئی اخباری بیان دے دیتے ہیں۔ اُن مست لوگوں سے زیادہ شیعہ ان کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں چونکہ خود اُنہوں نے یہ سب کچھ چکھا ہوا ہے۔

علل واسباب کی تلاش میں غیر سنجیدہ رویہ:

اب اس واقعے کے علل واسباب جو بیان کر رہے ہیں! کچھ کہہ رہے ہیں کہ یہ چائنہ پاکستان تعلقات خراب کرنے کے لئے ہے، کچھ اس کو بھارت کا شاخسانہ سمجھتے ہیں، کوئی دوسری رائے رکھتے ہیں۔ ہر واقعہ الگ واقعہ نہیں ہوتا بلکہ ہر واقعہ، واقعات کے تسلسل کا ایک حصہ ہوتا ہے، زنجیر کی ایک کڑی ہوتی ہے۔ یہ واقعات آپس میں متصل ہیں۔ اگر ان واقعات کو الگ الگ بیٹھ کر غیر سنجیدگی کے ساتھ سوچیں گے تو علل واسباب معلوم نہیں ہو سکیں گے جیسا کہ ابھی بھی یہ غیر سنجیدگی اس واقعہ میں نظر آ رہی ہے اور اس سے پہلے جتنے واقعات ہوئے ہیں اُن میں بھی ہر طبقے سے غیر سنجیدہ پن ظاہر ہوا ہے، کسی نے بھی اس میں سنجیدگی نہیں دکھائی!

دہشت گردی پاکستان میں روزِ روشن کی طرح ایک حقیقت ہے، سب کو معلوم ہے کہ دہشت گرد ہیں، دہشت گردوں کے گروہ ہیں، دہشت گرد لشکر موجود ہیں، اُن کے معاونین، اُن کی سرپرستی کرنے والے ادارے اور شخصیات موجود ہیں، اُن کو نظریہ دینے والے علماء و مراکز موجود ہیں جنہوں نے ان کو دہشت گردی کی نظریاتی پشتی بانی کی ہوئی ہے اور اُنہیں دہشت گردی کا جواز فراہم کرتے ہیں، یہ سب دہشت گردی سے مربوط چیزیں ہیں۔

دہشت گردی کے جواز کا جو فتویٰ دیتا ہے، مسلمان کے قتل کا جو فتویٰ دیتا اور اس کو جائز قرار دیتا ہے کہ فلاں اہداف کے لئے یہ کام کیا جاسکتا ہے، جو اُن کو مشروع و قانونی جواز فراہم کرتا ہے اور جو اُن کے لئے وسائل فراہم کرتا ہے! یہ سب دہشت گردی کے اڈے ہیں، یہ سب دہشت گردی کے زُمرے میں آتے ہیں۔ کس کو نہیں پتہ کہ دہشت گردی کہاں سے شروع ہوئی؟ پاکستان میں کن اداروں کی سرپرستی میں شروع ہوئی؟ کن حکومتوں نے اُس دہشت گردی کو پنپنے کے لئے چھتری دی اور کون سے ملکوں نے اُس کی پشتی بانی کی ہے؟

پاکستان میں ہے کوئی ایسا عقل کا اندھا جو یہ کہے کہ مجھے نہیں معلوم! یہ سب کو معلوم ہے۔ سرکاری اہل کاروں کو بھی معلوم ہے، جب سرکاری اہل کار غیر سرکاری نشستوں میں بیٹھتے ہیں تو ایسی باتیں کرتے ہیں کہ انسان کو تعجب ہوتا ہے، اُس شخص کی طرح کہ جو حلوائی کے پاس آیا اور حلوائی کو دیکھا کہ اُس کے سامنے جلیبی اور مٹھائیوں کے ٹوکرے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ حلوائی کھا نہیں رہا تو اُس نے اُس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا۔

حلوائی نے پوچھا: یہ کیا بدتمیزی ہے؟

تو اُس نے کہا کہ کیا تمہیں نظر آتا ہے؟

حلوائی نے جواب دیا: ہاں نظر آتا ہے۔

تو اس شخص نے کہا کہ اگر نظر آتا ہے تو کھاتے کیوں نہیں ہو؟ وہ سادہ سا بیچارہ دیہاتی یہ نہیں سمجھتا تھا کہ یہ بیچنے کے لئے ہیں، کھانے کے لئے نہیں ہیں!

سرکاری اہلکاروں سے جب غیر سرکاری سطح پر بات ہوتی ہے تو اُس حلوائی کی طرح پتہ چلتا ہے کہ انہیں نظر آتا ہے، اُن کی آنکھ کے سامنے ہاتھ ہلاؤ تو وہ بتاتے ہیں کہ ہمیں نظر آتا ہے، ملکی حالات پر جب وہ تبصرہ کرتے ہیں تو اُنہیں سب پتہ ہے، نام لے کر بات کرتے ہیں، مکمل آگاہ بھی ہیں لیکن جب سرکاری سیٹ پر پہنچتے ہیں تو ان کا بیان ہوتا ہے کہ نامعلوم دہشت گردوں نے یہ کاروائی کر دی! نامعلوم افراد نے یہ کاروائی کر دی اور ابھی تک کسی گروہ یا تنظیم نے اس کی ذمہ داری قبول نہیں کی!

جیسی کرنی، ویسی بھرنی:

تُف ہو تمہارے اوپر کہ ابھی تیس سالوں میں بھی اس انتظار میں بیٹھے ہوئے ہو کہ کوئی ذمہ داری قبول کرے تو تمہیں پتہ چلے! اگر اتنے ہی نافہم ہو تو پھر ملکی تقدیر کی کوئی ذمہ داری سنبھالنے کا تمہیں کیا حق بنتا ہے! جب قاتل آکر تمہیں کہے کہ میں نے مارا ہے، تو پھر تمہیں پتہ چلتا ہے کہ فلاں نے اس کو مارا ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم؟ اندھوں کو بھی معلوم ہے! اسی ملک کے اندر سرکاری خرچے سے لشکر بنائے گئے ہیں، ان کی سرپرستی کی گئی اور انہیں تحفظ دیا گیا۔

آلِ سعود و دیگر عربوں کے پیسے سے تشیع کے قتل عام کے لئے لشکر بنائے گئے ہیں لیکن بنانے والے اس قانون سے ناآشنا تھے کہ خونخوار اور درندے وحشی جب کوئی پال لیتا ہے اور اُسے شکار نہیں ملتا تو وہ پالنے والے کو ہی آخر آکر کاٹتا ہے۔ یہ خونخوار دنیا و دہشت گردی کا قانون ہے اور یہ اس درندگی کا قانون ہے۔ وہ اس قانون سے غافل تھے کہ ہم خود بھی اُس کا شکار ہو سکتے ہیں! جو بنا رہے ہیں تو وہ بھی اُس کا شکار ہو سکتے ہیں اور وہ ہوئے ہیں، ایسا ہوا ہے، داعش بنانے والے اب خود داعش کا شکار ہو گئے اور اُنہوں نے اُس کے ہاتھوں نقصان اُٹھایا جبکہ بنایا کسی اور کے لئے تھا لیکن اب ان کے گلے میں پڑ گیا ہے۔

یہ جو کوئٹہ کے اندر واقعہ ہوا ہے، ابھی بھی اسی طرح کے اخباری بیانات ہوں گے اور اُس کے بعد اس کیس کو بھی نامعلوم افراد کے کھاتے میں ڈال دیں گے اور متاثرہ خاندانوں کو چیک دے دیں گے اور کچھ لیڈر وہاں پر پہنچ جائیں گے جیسے ابھی پارلیمنٹ میں بیانات شروع ہو گئے ہیں، اپنے اپنے سیاسی جلسوں میں حادثات کے اوپر بیانات دیتے ہیں، چونکہ بعضوں کو سیاست کرنے و پارٹی چلانے اور لوگوں کو جھانسہ دینے کے لئے لاشیں چاہئے ہوتی ہیں، اس طرح کے واقعات ہوں تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں تا کہ اُنہیں اپنی سیاست یا اپنے اور کاموں کا موقع ملے! اس ملک کے اندر یہ سیاست ہے کہ غیر سنجیدہ لوگ ہر شعبے کے اوپر مسلط ہیں۔

ساٹھ ملکی، داعش بچاؤ اتحاد:

عوام کو دہشت گردی کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ جن طبقات سے منتظر ہیں کہ یہ دہشت گردی کو ختم کریں گے تو یہ عوام کی سب سے بڑی سادگی ہے، فریضہ اُنہی کا بنتا ہے، قانوناً اُنہی کا یہ کام بنتا ہے کہ وہ ختم کریں لیکن وہ تو خود بنانے والے ہیں پھر اُن سے یہ توقع رکھنا بیوقوفی ہے۔ اپنا سرمایہ کوئی بھی ضائع نہیں کرتا۔

جیسے سعودی عرب نے اپنے اثاثہ بنائے ہوئے ہیں۔ سعودی عرب اُس ساٹھ ملکی اتحاد کا حصہ ہے جنہوں نے داعش کے خلاف جنگ لڑنی ہے۔ اگر یہ توقع رکھیں کہ امریکہ داعش کو ختم کرے گا، سعودی عرب داعش کو ختم کرے گا، قطر اور تُرکی داعش کو ختم کریں گے تو یہ بہت بڑی حماقت کی بات ہے۔ یہ تو خود اس کو بنانے والے ہیں۔ کیا بنانے والوں کی مَت ماری گئی ہے کہ اُس کو ختم کریں! اربوں ڈالر لگا کر اور ساری دنیا کی ملامت منہ پر مل کر اور اتنا قتلِ عام کرنے کے بعد وہ آج خود ہی اُٹھ کر داعش کو ختم کر دیں! وہ اس کو کیوں ختم کریں گے؟

ساٹھ ملکی لشکر اور حکومتی اتحاد یہ سب داعش کو بچانے کے لئے ہے چونکہ داعش ابھی ختم ہے لیکن یہ سب اس تکفیری لشکر کو ابھی بھی سہارا دیئے ہوئے ہیں۔ سوریا میں داعش بالکل نابودی کے قریب جا پہنچی ہے اور ابھی امریکہ اور برطانیہ لشکر لے کر داعش کو بچانے کے لئے پہنچ گئے ہیں حتی جبہۃ النصرۃ کا نام تبدیل کر کے اب اُس کو تحفظ دینا چاہتے ہیں۔ یہ خود ان کے بنانے والے اور اس کے بانی ہیں۔

اب امریکی الیکشن میں صدارتی (Candidate) امیدوار (ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں، یہ دو پاگل ایک عورت، ایک مرد ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑے ہیں، دونوں ہی دیوانے ہیں اور ایک دوسرے کے حالات کھول کر بیان کر رہے ہیں۔ ٹرمپ بیان کر رہا ہے کہ ہیلری کیا ہے! اور ہیلری بیان کر رہی ہے کہ یہ ٹرمپ کیا ہے! دونوں یہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ داعش بنانے والے ہیں! یہ دونوں ہی اپنی حکومتوں کے نمائندے ہیں چونکہ ٹرمپ، بُش کی پارٹی کا نمائندہ ہے جبکہ ہیلری اوبامہ کی پارٹی کی نمائندہ ہے اور دونوں کے اوپر یہ Blame الزام ہے کہ انہوں نے داعش کو بنایا ہے! ہیلری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب وہ وزیر خارجہ تھی کہ داعش کو ہم نے بنایا تھا، یہ ہماری وقت کی ضرورت تھی! تو اب کیا یہ پاگل ہیں کہ اس کو جا کر ختم کر دیں، یہ اتنا کچھ لگا کر اپنا ملک اور اپنی دولت ساری لگا کر اس کو ختم کر دیں!

یہی قانون یہاں بھی ہے۔ پاکستان ایک سیاست زدہ ملک ہے، اس سیاست زدہ ملک میں ایک علاقے کے کسی بڑے چوہدری نے ڈنڈے مار، لٹھ برداروں کی ایک گینگ بنائی ہوئی ہے، یہ کلچر آپ سب کو معلوم ہے۔ یہ عالمی کلچر پاکستان میں بھی ہے کہ کسی گاؤں کے اندر کسی بڑے چوہدری نے لٹھ مار دستہ بنایا ہوا ہے اور اُن کو باقاعدہ پیسے دیتا ہے، کھلاتا، پلاتا ہے، وقت آنے پر تھوڑی ڈانٹ ڈپٹ بھی کر دیتا ہے۔ یہ اس کی سیاست ہے، خود اُن سے کوئی کام کروا کر پھر اُنہیں مجمع کے سامنے بے عزت بھی کر دیتا ہے۔

یہ دیہاتی بہت سادہ ہیں جو یہ کہیں کہ اب چوہدری نے اس گروہ کو لگام دینی ہے، اب چوہدری نے ان کو گاؤں سے نکالنا ہے، چوہدری کہہ رہا ہے کہ آپ مطمئن ہو جاؤ! یہ اس گاؤں کے بیوقوف لوگ ہیں جو چوہدری کی اس بات پر یقین کریں کہ یہ اب سنجیدہ ہو گیا ہے اور لٹھ بردار گروہ ختم کر دے گا۔ وہ کبھی بھی ایسا نہیں کرے گا چونکہ اس نے تو خود یہ لٹھ مار گروہ اسی عوام کو پیٹنے و اسی گاؤں کے لوگوں کو سیدھا کرنے کے لئے بنایا ہوا ہے، اتنی محنت کر کے جب انسان ایک گروہ بناتا ہے تو اُسے خود ضائع کرنا ناممکن ہے!

آج پاکستان تباہی تک پہنچ گیا ہے لیکن یہ لشکر ختم نہیں کئے جاتے۔ پاکستان کو کس حد تک پہنچا دیا گیا ہے لیکن یہ لشکر نہیں توڑتے، ان لشکروں کو ختم نہیں کرتے، ان کا وجود باقی ہے، یہ رہیں گے! اِکا دُکا افراد پکڑ کر، اُن کو مار دینے سے یہ نیٹ ورک کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔

انتفاضہ کشمیر اور بھارتی ہاتھ:

کوئٹہ کے واقعہ میں خصوصیت کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ آج کل کشمیر میں جو کچھ بھارت کی طرف سے ظلم ہو رہا ہے، ہل کشمیر پر بربریت جو شروع سے رَوا رکھی گئی ہے، اُس کی نئی لہر شروع ہوئی ہے اور جو ابھی تک جاری ہے اور ہر روز وہاں پر مسلمانوں کے اوپر، کشمیری بھائیوں اور بہنوں کے اوپر ظلم ہو رہا ہے، اُس سے بھی اس کا ایک ربط ہے، اس وقت کشمیر کے اندر جو انتفاضہ کی ایک لہر اُٹھی ہے، اُس کو دبانے کے لئے بھارت کی طرف سے یہ کوئٹہ والی حرکت اس سے مربوط لگتی ہے لیکن ہمارے حکمران بعض اوقات جانتے ہوئے بھی اُس طرف نہیں جاتے چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات اُن کے مفاد میں نہیں ہے جبکہ عوام کو آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔

اب اگر اِن طبقات کو دیکھیں گے، حکمرانوں، سیاستدانوں اور جماعتوں کو دیکھیں گے تو مایوسی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ اب یہ جو یومِ آزادی آرہا ہے، یہ 69واں یومِ آزادی ہے۔ اتنے سال گزر گئے ہیں، ان جماعتوں اور ان سیاستدانوں نے ملک یہاں تک پہنچایا ہے، اس کیفیت تک پہنچایا ہے جو آج آپ کے سامنے ہے۔ مزید انہی سے پھر اُمیدوار رہنا کہ اِن میں سے کوئی آئے گا اور آکر ملک بچائے گا! آپ نے باری باری سب کو دیکھا ہے۔ پاکستان میں ایک ترتیب لگی ہوئی ہے کہ پانچ سال سول، دس سال فوج۔ اس طرح اور اس ترتیب سے ملک کے اندر رہتے ہیں۔ اب ضروری نہیں کہ وہ کھل کر سامنے ہوں، ممکن ہے وہ پسِ پردہ ہوں لیکن ایک ترتیب ہے۔

پاکستان کو چین کی منڈی بنانے والے حکمران:

آپ سب کو دیکھ چکے ہیں، فوجی جرنیل آئے، ضیاء الحق جیسے، پرویز مشرف جیسے کمانڈو آئے اور دس دس، گیارہ گیارہ سال حکومت کر کے گئے اور اُنہی کے دور میں یہ ساری ذلت شروع ہوئی ہے بڑے بڑے سِولین حکمران آئے ہیں جیسے بھٹو اور بھٹو کی آل میں سے آئے اور ان کے مقابل دوسرے طبقہ سے مسلم لیگ اور فلاں و فلاں باری باری آئے، کیا کوئی ایسا رہ گیا ہے کہ جس کو موقع نہ ملا ہو! سوائے ایک پارٹی رہ گئی ہے کہ جس کے دل میں ابھی اقتدار کی حسرت باقی ہے، اُن کی ابھی رال ٹپک رہی ہے کہ ہمیں موقع دیا جائے لیکن اُن کے اندر بھی وہی لوگ شامل ہیں جو دوسری جماعتوں میں تھے۔ سب ملک کے لئے، ریاست اور قوم کے لئے اپنا امتحان اور ٹیسٹ دے چکے ہیں۔ یہ سب آپ نے دیکھ لیا ہے۔ اس سے بہتر اور بڑھ کر نہیں کر سکتے۔ یہ صرف اقتصادی طور پر ملک چائنہ کے حوالے کر سکتے ہیں، ان کی آخری تگ و دَو یہ ہے کہ اپنی پوری ریاست کو چائنہ کی منڈی بنا دیں، چائنہ کے حوالے کر دیں، چابی اُس کو دے دیں کہ یہ لو! یہ بھی آپ کی ایک منڈی ہے، خود بھی کماؤ، کھاؤ اور ہمیں بھی ساتھ ساتھ دیتے جاؤ، یہ ان کی اقتصادی کامیابیاں ہیں، یہ ان کی ملکی ترقی کا راز ہے۔

ملت ہی ملک کے وارث اور نگہبان:

اس وقت ملک کے اندر افراتفری ہے اور بیرونی لحاظ سے پاکستان کے عالمی اداروں اور ملکوں کے ساتھ تعلقات آپ کے سامنے ہیں۔ یہ اتنا ہی کر سکتے ہیں جتنا انہوں نے کیا ہے۔ ان سے اب آپ یہ چاہیں کہ پاکستان کو ایک دن میں نعوذباللہ ختم کر دیں، شاید یہ لیاقت اُن میں نہیں ہے، اتنے قابل بھی نہیں ہیں کہ یہ کام کر سکیں۔ اس کے لئے بھی قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان کو توڑنے کے لئے بھی قابلیت کی ضرورت ہے۔ کوشش تو اپنی طرف سے یہ پوری کرتے ہیں لیکن یہ بھی شاید اِن میں صلاحیت نہیں ہے۔ ہر ریاست، ہر مملکت اُس کے عوام کی ہوتی ہے، لوگوں کی ہوتی ہے، اُمت کی ہوتی ہے، اُس کے وارث وہ لوگ ہوتے ہیں اور اُنہیں ہی بچانا ہوتا ہے، اُنہیں میدان میں آنا ہوتا ہے، اُنہیں تیار ہونا ہوتا ہے۔ پاکستان میں سب سے افسوسناک حالت عوام کی ہے اور وہ حالت بے حِسی و لاتعلقی کی حالت ہے۔ وہ کسی مسئلے سے اپنا کوئی تعلق ہی نہیں رکھتے، کسی مشکل میں بھی کوئی سنجیدگی ان پر طاری نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے یہ سب خواص کی وجہ سے ہے۔ عوام خود سے اپنے اندر یہ تحرک نہیں کر سکتے۔ خواص کی زبان، اپنی عوام کی زبان ہوتی ہے۔ خواص نے جیسا بنایا ہے ویسے ہی عوام ہیں لیکن یہ عمومی لاتعلقی افسوس ناک ہے جیسے یہ کوئٹہ کا حادثہ دیکھ لیں اور اس جیسے پہلے بیسیوں اور سینکڑوں حادثات ہو چکے ہیں۔ اُن سب میں قوم کا ردِ عمل عمومی طور پر نہیں دکھایا جاتا، ابھی کوئٹہ کے حادثے میں اخبارات قوم کا ردِ عمل نہیں دکھا رہے۔ صرف سرکاری بیانات ہیں، ایک بندہ اے سی روم میں بیٹھا ہوا شہداء کے ساتھ ہمدردی کر رہا ہے۔ یہ جو کچھ اخباروں میں چھپتا ہے یہ سب اوٹ پٹانگ ہے۔ بیان دینے والوں کے منہ سے یہ بیان جچتے ہی نہیں ہیں جو اخباروں میں چھپتے ہیں۔

عوامی بے حسی:

میڈیا اسی طرح غیر سنجیدہ انداز سے کوریج کر رہا ہے۔ عوامی ردِ عمل تو اخباروں میں نہیں منعکس ہو رہا۔ عوامی ردِ عمل میڈیا میں منعکس نہیں ہو رہا۔ اصلاً عوامی ردِ عمل ہے ہی نہیں۔ کوئٹہ میں کوئی عوامی ردِ عمل ظاہر نہیں ہوا۔ نہ صرف کوئٹہ بلکہ پاکستان کے عوام بھی ان سے لاتعلق ہیں اور وہ اس کو اپنا مسئلہ ہی نہیں سمجھتے، اس کو پاکستان کا المیہ ہی نہیں

سمجھتے، کسی چیز میں دُکھ، محسوس ہی نہیں کرتے۔ اس تفکر میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہمیں کیا ہے، کوئٹہ کے لوگ مرے ہیں، بلوچ مرے ہیں، وکیل مرے ہیں، شیعہ مرے ہیں ہمیں کیا! فلاں مرے ہیں ہمیں کیا ہے۔ عوام کا یہ احساس ہے! جب تک یہ لوگ، یہ عوام اس شعور کے مالک ہیں، ریاست میں کبھی امن قائم نہیں ہوگا، جب تک عوام کا یہ مطالبہ نہ بنے اور عوام کا ردِ عمل نہ ظاہر ہو، عوام کے اندر یہ شعور نہ آئے۔ جبکہ ابھی عوامی ردِ عمل صفر ہے۔

کتنے زور سے پارٹیاں کھینچ کر عوام کو لاتی ہیں، کتنے جتن اور کتنے حیلے کر کے عوام و اپنے ممبران کو لے کر آتی ہیں۔ عوام ان پارٹیوں میں بھی نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے ہر پارٹی کے کچھ عہدے دار، کچھ ہمنواء، کچھ اُن کے جان پہچان والے ہوتے ہیں، ہر پارٹی اپنے پروگراموں میں انہی افراد میں سے کچھ نہ کچھ کو لے آتی ہے، ان کو عوام نہیں کہہ سکتے، یہ تو پارٹی ہیں اور یہ اپنی پارٹی پالیسی کے مطابق عمل کر رہے ہیں، عوام پھر بھی لاتعلق ہیں۔

ایک پارٹی اگر بائیس کروڑ آبادی والے ملک میں سے ایک لاکھ، پچاس ہزار آدمی جمع کرلے تو اس کو تو عوامی ردِ عمل نہیں کہہ سکتے کراچی جیسے شہر میں اگر کوئی دس ہزار آدمیوں کا مجمع کرالے تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بہت کامیاب پارٹی ہے۔ جی ہاں! پارٹی کی حیثیت سے کامیاب ہے کہ دس ہزار لوگ اُس نے اکٹھے کرلئے لیکن کراچی میں کروڑوں کی تعداد میں عوام رہتے ہیں، یہ عوام تو نہیں ہیں، عوام اُسی طرح لاتعلق و بے حِس ہیں اور کسی مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ ایسے سمجھتے ہیں جیسے یہ جھگیوں والے سمجھتے ہیں کہ ایک علاقے میں جاکر جھگی لگالی، اگر اُس میں سیلاب آگیا تو وہ اُکھاڑ کر دوسری جگہ جاکر لگالیں گے، ہمیں اس سے کیا! ہمارے نہ کھیت ہیں، نہ کھلیان اور نہ ہمارا گاؤں ہے، یہاں پر ہمارا کچھ بھی تو نہیں ہے۔

پاکستان کے عوام اس مملکت کو اپنی مملکت سمجھیں، اس سرزمین کو اپنی سرزمین سمجھیں۔ اگر آپ کو لاتعلق کر دیا گیا ہے، اگر آپ کو بے اختیار کر دیا گیا ہے، اگر لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کا اس مملکت سے رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ اگر آپ اس ملک کی تقدیر میں شامل نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ آپ اس سے لاتعلق ہو جائیں اور آپ اس کے بارے میں سوچیں ہی نہیں اور اس کو آپ اپنے حال کے اوپر چھوڑ دیں، یہ تو جائز نہیں ہے۔ جب تک عوامی اور قومی ارادہ پیدا نہیں ہوتا، جب تک یہ قومی ارادہ جنم نہیں لیتا، ملکی حالات تبدیل نہیں ہوسکتے، جب تک قومی ارادہ نہیں بنتا اور قومی ارادہ بنانے کے لئے سنجیدہ افراد، سنجیدہ لوگ چاہئیں، تعلیمی ادارے چاہئیں، مذہبی رہنما اور میڈیا یہ سارے قومی ارادہ بنانے والے ہیں۔

ہمارے تعلیمی ادارے انتہائی غیر سنجیدہ کام کر رہے ہیں۔ اس نسلِ حاضر کے اندر جتنی تباہی تعلیمی ادارے پھیلا رہے ہیں شاید دہشت گرد بھی نہیں پھیلا رہے۔ میں یقین سے کہہ رہا ہوں کہ دہشت گردوں نے بہت سے لوگ مارے، کوئٹہ کے اندر ستر انسان شہید کر دیئے لیکن اُسی کوئٹہ کے اندر ستر ہزار و ستر لاکھ بچے یہ تعلیمی ادارے تباہ کر رہے ہیں۔ یہ بڑی دہشت گردی ہے جو تعلیمی اداروں کے اندر ہو رہی ہے۔ اُن کی دی ہوئی تعلیم سے یہ قوم آج اس حالت میں آپہنچی ہے کہ ملکی تقدیر سے بالکل اجنبی بن کر صرف ٹی وی دیکھنا ان کا کام ہے۔ صرف خبریں سننا اور دیکھنا کہ کیا ہوا، ابھی کتنی تعداد ہوگئی، کرکٹ ہو رہا ہو تو سکور کے شائقین ہیں، حادثہ ہو گیا ہو تو سکور گنتے ہیں، کوئی جلسہ ہو تو سکور گنتے ہیں، کچھ بھی ہو رہا ہو سکور کے چمپئن ہیں کہ سکور اتنا ہو گیا ہے۔ زخمی کتنے ہیں، شہداء کتنے ہیں، لاشیں کتنی ہیں، یہ کتنے ہوگئے، وہ کتنے ہوگئے۔ بس ٹی وی پر بیٹھ کر یہ دیکھ کر اپنے آپ کو لاتعلق سمجھتے ہیں۔ ملک اس طرح نہیں سنورتا!

عوامی بصیرت و آگاہی کی ضرورت:

ان اخباری بیانوں کے جھانسے میں نہ آئیں کہ فلاں نے بیان دے دیا، اب ہم دہشت گردی روک دیں گے۔ یہ تو کئی دفعہ دہشت گردی کی کمر توڑ چکے ہیں، انہوں نے ان کی ٹوٹی ہوئی کمر پھر توڑ دی، اب یہ دہشت گرد بہت ڈھیٹ ہیں کہ ٹوٹی ہوئی کمر سے بھی اتنے بڑے حادثات کر جاتے ہیں۔ اگر کسی کی کمر ٹوٹی ہوئی ہو تو کیا وہ اتنے بڑے بڑے واقعات کر سکتا ہے! وہ اس لئے کامیاب ہو جاتے ہیں چونکہ ان کے نیٹ ورک موجود ہیں، ان کو دہشت گردی کا جواز دینے والے موجود ہیں۔ جب تک وہ موجود ہیں، دہشت گردی موجود ہے۔ وہ دہشت گردی کی ماں ابھی تک موجود ہے جو اس ملک کے اندر پرائیویٹ لشکر و سول لشکر کا وجود ضروری سمجھتے ہیں، یہ اُن کی بیلنس پالیسی ہے کہ اس طرح سے ہم پاکستان میں چل سکتے ہیں کہ یہ موجود ہوں۔ اِن کے ذریعے سے آپ ملک کو بیلنس کریں گے، ان خونخواروں کے ذریعے سے اور اس طرح طاقت کا توازن رکھیں گے! اس طرح دوسروں کو جھانسہ دے کر اور دبا کر رکھیں گے! اس سے تباہی ہو رہی ہے لیکن وہ ان گروہوں کو ضروری سمجھتے ہیں اور ان کو ختم کرنا نقصان سمجھتے ہیں۔

آلِ سعود کی تشیع دشمنی اور دیوالیہ پن:

آلِ سعود نے اپنا ملک دیوالیہ کر دیا ہے۔ اُس کے دیوانے حکمران نے اپنا ملک دیوالیہ کر دیا ہے۔ پاکستان کے بے روزگار جو سعودیہ میں پھنسے ہوئے ہیں اور فاقوں سے مر رہے ہیں، پاکستانی گورنمنٹ نے تیس کروڑ روپیہ اُن کے کھانے کے لئے بھیجا ہے کہ وہاں اُن کو کھانا دیا جائے، پھر اُن کے ٹکٹ کا انتظام کریں گے، پھر پی آئی اے جائے گی اور حج مسافر

جب ختم ہو جائیں گے تو پھر اُن کو منتقل کرنا شروع کر دیں گے۔ دنیا کا اتنا امیر ملک دیوالیہ ہو گیا، یہ کیوں دیوالیہ ہوا؟ یہ تشیع کی دشمنی میں اندھا ہو گیا ہے۔ ساری دنیا میں لشکر بنا رہا ہے، جہاں بھی تشیع کے خلاف لشکر بنے ہوئے ہیں، اُن کو یہ پیسے دے رہا ہے۔ اسی کام سے اس نے اپنا ملک ویران اور تباہ کر دیا ہے کہ اب مزدوروں کو دینے کے لئے بھی اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔

حج عمرہ ویزہ کی فروخت اور سعودی بجٹ کا پلان:

آپ کو پتہ ہے کہ سعودی حکمرانوں نے ایک نیا اعلان کیا ہے کہ اب سعودی عرب کا ویزہ، عمرہ ویزہ، حج ویزہ دو ہزار سعودی ریال میں ملے گا، ابھی فری ویزہ نہیں ہے۔ دو ہزار سعودی ریال میں آپ کو ویزہ ملے گا، اتنا امیر ملک اپنا ویزہ بیچ رہا ہے۔ کوئی ملک ویزہ نہیں بیچتا بلکہ وہ اس کے اوپر آفیشل کاموں کی فیس ہوتی ہے۔ ٹریول ایجنٹ بیچتے ہیں کہ اتنے لاکھ روپے دو تو آپ کو ویزا دلوا دیتا ہوں کیونکہ آپ نے نوکری کرنی ہے۔

ایک ملک خود اُٹھ کر، اُس کی وزارتِ خارجہ اُٹھ کر اپنے ملک کے ویزے بیچنا شروع کر دے چونکہ اُنہیں پتہ ہے کہ حرم ہے، مزارِ نبوی ہے اور حرم مکی وہاں پر ہے۔ پوری دنیا نے آنا ہے، مسلمان یہاں کیلئے مجبور ہیں۔ اب انہوں نے اپنی اقتصادی پالیسی حج کی انکم پر بنائی ہے کہ ابھی جو انہیں کمی پیش آگئی ہے، اسے یہ حج سے پوری کریں گے کیونکہ مسلمان مجبور ہیں، اس لئے ساری دنیا سے وہاں جائیں گے، ان کو جا کر پیسے دیں گے، انہوں نے آڈٹ کروا کر یہ بجٹ بنایا ہے، اس بجٹ کا سارا دارومدار اس حج پر ہے۔

حکومتی بے بسی:

یہ ملک جو اِس حد تک رسک لے چکا ہے کہ اپنا ملک بھی پورا دیوالیہ کر دیا ہے تو کیا اب یہ دہشت گردوں کو ختم کرنے دے گا؟ لال مسجد کے جس امام پر پاکستان فوج نے چڑھائی کی ،عدالتوں اور سب نے اسے کہا کہ یہ ملوث ہے، اس نے اپنی دہشت گردی کا جواز خود ٹی وی پر بھی دیا، یہ اس کو بھی نہیں پکڑ سکے کیونکہ اس کے پیچھے آلِ سعود ہیں۔

اسلام آباد میں جمعہ کے اوقات میں تمام موبائل نیٹ ورکس بند ہوتے ہیں۔ لال مسجد کا یہ امام مسجد میں نہیں آسکتا، وہ گھر میں بیٹھ کر خطبہ دیا کرتا تھا، اس کے خطبہ کو روکنے کیلئے تمام موبائل نیٹ ورکس بند کر دیتے ہیں تاکہ وہ گھر بیٹھ کر موبائل پر یہ خطبہ نہ دے سکے۔ اس کو پکڑتے نہیں لیکن نیٹ ورک بند کر دیتے ہیں۔ جب یہ ریاست ایک شخص نہیں پکڑ سکتی کہ جس نے کھلے عام ٹی وی اور میڈیا پر آکر اعترافات کئے ہیں، جس نے داعش کی بیعت کی ہے، جس نے جواز دیا ہے، ایک شخص کو ہاتھ نہیں ڈال سکتے تو کس طرح مدعی ہیں کہ ہم ملک سے دہشت گردی ختم کریں گے؟ یہ ایک نمونہ میں عرض کر رہا ہوں۔

جب یہ ایک شخص کو گرفتار نہیں کر سکتے تو پھر پورے ملک سے یہ لشکر ختم کر دیں گے! مگر یہ لشکر مفت میں بنے ہیں، خود ہی بن گئے ہیں، خود ہی اُگ گئے ہیں! ان کے وارث ہیں، وہ وارث ان کو ختم نہیں کرنے دیتے۔ اگر ملک کو دہشت گردی سے پاک کرنا ہے تو پہلے عزت و احترام کے ساتھ آل سعود کا پاکستان سے تعلق توڑو، پاکستان کے اندر امریکی سفارت خانہ بند کرو، پھر اس کے بعد اس ملک سے صفایا کرو، آپریشن کرو اور اس ملک کے اندر سے سارے دہشت گرد پکڑو، ورنہ جب تک اُن کی ماں موجود ہے، وہ جنم دے رہی ہے اور ان کو دودھ پلا رہی ہے۔ اس وقت تک یہ دہشت گردی ختم نہیں ہو گی۔

بھارتی دشمنی:

اب بھارت پاکستان سے انتقامی جذبے کے تحت، ہر میدان میں انتقام لینے کے لئے فعال ہے۔ یہ اتنا سادہ مسئلہ نہیں ہے کہ چائنہ نے پاکستان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے، وہ فقط یہ مسئلہ ہے اور وہ اس کے دشمن ہیں! نہیں ایسا نہیں ہے، اس ریاست کے بھی دشمن موجود ہیں، اس کے عوام کے دشمن موجود ہیں، یہاں مسلمانوں کے دشمن موجود ہیں۔ اُنہوں نے اپنی بڑی جڑیں ملک کے اندر تک پھیلائی ہوئی ہیں۔ اُن ساری چیزوں کو نظر انداز کر کے یہ دعویٰ کرنا کہ ہم دہشت گردی ختم کر دیں گے، یہ عوامی بیداری، عوامی قیام، عوامی ارادے، قومی ارادے کے بغیر نہیں ہو سکتا اور قومی ارادے کے لئے عرض کیا ہے کہ جن لوگوں کو میدان میں آنے کی ضرورت ہے وہ آئیں ورنہ یہاں نہیں تو اللہ کو تو ضرورت جواب دینا پڑے گا۔ یہاں ہم سے کوئی جواب مانگنے والا نہیں ہے لیکن اللہ کو جواب دینا پڑے گا کہ آپ تھے اور آپ کی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ ہوا، آپ نے اس کے اندر کیا کیا!

خونی یومِ آزادی:

یومِ آزادی ہے لیکن یہ یومِ آزادی پہلے سے ہی خونی بنا دیا گیا ہے۔ یومِ آزادی کے آنے سے پہلے ہی اسے غمگین بنا دیا گیا ہے، ظاہراً دو سال پہلے کوئٹہ میں ہونے والا واقعہ بھی اگست میں ہوا تھا، پھر یہ واقعہ بھی اگست میں ہوا ہے۔ یہ یومِ آزادی کے لئے دشمن کا بنایا ہوا پلان تھا جس کی کوئٹہ ملت نے ایک جھلک دیکھی ہے۔ خود پاکستانیوں کا یومِ آزادی کے لئے کیا

پلان اور منصوبہ ہے! کیافقط جھنڈیاں لہرا کر اور ایک چھٹی منا کر اس یوم کا حق ادا ہو جاتا ہے! ظاہراً اس سال کی چھٹی تو ضائع ہی ہے کیونکہ یومِ آزادی اتوار کو ہے، ہمیں یومِ آزادی کی چھٹی کی خوشی ہوتی ہے اور اتوار کو ویسے ہی چھٹی ہوتی ہے۔ تھوڑا چھٹی سے آگے بھی سوچیں!

تشیّع، پاکستان کے اندر تمام ملکی مسائل، مصائب اور مشکلات میں بھی شریک ہے جبکہ تشیّع کے لئے اضافی مسائل بھی ہیں اس ملک کے اندر بھی اور عالمی سطح پر بھی۔ یہ مسائل بھی توجہ طلب ہیں۔ یہ ایام عوام و قوموں کے لئے قیام کے بہترین مواقع ہیں کہ جن کے اندر بے حسی کی وجہ سے کوئی حرکت نہیں ہوتی، کوئی بیداری کا عمل نہیں ہوتا، نتیجتاً وہ موقع گزر جاتا ہے اور پھر بعد میں شاید وہ نتیجہ لینا یا عمل کرنا ممکن بھی نہیں ہوتا۔

ہیرو سازی اور ہیرو پرستی کا نقصان:

ہر فرد اپنے تئیں ذمہ دار ہے، پاکستانیوں میں انتظار کی حالت بھیز یادہ ہے، ہیرو مانگتے ہیں۔ انہوں نے اتنی فلمیں دیکھی ہیں کہ ہر چیز اب فلموں والی نظر آتی ہے، اُن فلموں میں ہیرو آکر دشمنوں کو تہس نہس کر دیتا ہے۔ بچپن سے بچوں کو بھی فلمیں دکھاتے ہیں، کارٹونی اور دوسری فلموں میں بھی ہیرو ہی جو سب کچھ کر رہا ہوتا ہے اور اس وجہ سے ہیرو کا انتظار قومی مزاج بن جاتا ہے اور ہیرو پرستی اور ہیرو سازی عام ہو جاتی ہے۔ جب کسی کو ہیرو نہیں ملتا تو وہ ہیرو سازی شروع کر دیتے ہیں، ہیرو بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ واقعاً اگر کوئی کسی قوم کا ہیرو ہو تو اُس کے لئے اعزاز ہے جو ہیرو ہے لیکن قوم کے لئے وہ ہیرو نجات دہندہ نہیں ہوتا۔ ہیرو پرست قوم کے حوصلے، اُس سے ٹوٹتے ہیں چونکہ وہ قوم خود اپنے فرائض بھی انجام نہیں دیتی جو ہیرو کے انتظار میں ہو۔ جو ہیرو کے اوپر ٹال دے کہ یہ تو اُس نے کرنا ہے، ہمیں نہیں کرنا! ہیرو کے لئے اعزاز ہو گا لیکن قوم کے لئے وہ ہیرو نقصاندہ ہوتا ہے۔

قرآن نے ہیرو نہیں بلکہ اُسوہ مقرر کیا ہے۔ ہیرو وہ ہوتا ہے جو قوموں کے فرائض آکر انجام دے۔ اُسوہ وہ ہوتا ہے جو قوموں سے قوموں کے فرائض انجام دلوائے۔ قوموں کے لئے نمونۂ عمل بنتا ہے تاکہ قوم اپنے فریضے اور اپنے آداب سیکھے اور اُن پر عمل کرے۔ اُسوہ موجود ہیں، قرآن نے اُسوہ مقرر کیا ہے، ہیرو نہیں مقرر کیا۔ لہٰذا آپ ہیرو نہیں بنا سکتے، ہیرو صرف فلموں میں ہوتے ہیں۔ حقائق کی دنیا میں اُسوے ہیں، اُسطورے نہیں ہیں۔ اُسطورے کہانیوں میں ہیں!

ہیرو کو عربی زبان میں اُسطورہ کہا جاتا ہے۔ قرآن میں بھی اساطیر کا تذکرہ ہے۔ اسطورے یونان، ہندوستان اور بعض دیگر قوموں میں زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ایران میں چند تہذیبیں اُسطورہ ساز، ہیرو ساز ہیں، اگر ہیرو نہیں بھی ہو تو ہیرو بنا لیتے ہیں کہ یہ ہمارا ہیرو ہے۔ ہیرو سازی شروع کر دیتے ہیں۔ یہ قومی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی قوموں کے لئے ہیرو نجات دہندہ ہوتے ہیں۔ قومیں خود اسوئوں سے الہام، تعلیم اور شعور لے کر خود اپنی نجات دہندہ ہیں۔

اقبالؒ، اسوہ، معلم و نقشہ سازِ آزادی:

علامہ اقبالؒ سے یومِ آزادی سیکھیں، علامہ اقبالؒ سے پڑھیں۔ علامہ اقبالؒ یوم آزادی بتا رہے ہیں، پڑھا رہے ہیں۔ علامہؒ کے پاس اس ملت کے لئے آزادی اور یومِ آزادی کا سبق بھی ہے اور آزاد مملکت کا نقشہ بھی موجود ہے۔ اس اُسوہ کی طرف رجوع کریں، اس معلم کی طرف رجوع کریں، اس رہبر فکری کی طرف رجوع کریں۔ علامہ اقبالؒ کی طرف رجوع کریں وہ آپ کو اس ملت کا راہِ حل اور روڈ میپ دیں گے، ان کے پاس پوری ملت اسلامیہ کے مسائل کے حل کا روڈ میپ موجود ہے لیکن ہم نے ان کی طرف رجوع ہی نہیں کیا، ان کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

یہ یومِ آزادی ہم سے تقاضا رکھتا ہے کہ ملتِ پاکستان، عوام پاکستان اس حالت سے نکلیں اور واقعاً آزاد ہوں، اپنے اندرونی امراض سے آزاد ہوں، اپنی عادتوں سے آزاد ہوں اور جو زنجیریں رضاکارانہ طور پر اپنے قدموں میں خود باندھ رکھی ہیں اُن زنجیروں سے آزاد ہوں اور جو زنجیریں دشمنوں نے باندھی ہیں اُن زنجیروں سے آزاد ہوں، جو زنجیریں سرمایہ داری نظام نے تمہارے پاؤں میں ڈال دی ہیں اُن زنجیروں سے آزاد ہوں، جو تالے تمہارے لبوں پر ڈال دیئے گئے ہیں وہ تالے توڑو تاکہ لب آزاد ہوں، زبانیں آزاد ہوں، پاؤں آزاد ہوں تاکہ آپ حرکت کر سکیں۔

آپ اس ملک کی بقاء کے لئے، اس ملک کو بچانے کے لئے جنبش کر سکیں۔ اس ملک کے اندر کس کا رول ہے؟ کتنے لوگوں کا کردار ہے؟ بائیس کروڑ میں سے شاید بائیس ہزار کا رول ہے۔ وہ بائیس ہزار جو ہرگز ملت و عوام سے کوئی سروکار و ہمدردی نہیں رکھتے۔ بائیس کروڑ بِلا کردار بیٹھے ہوئے ہیں، بائیس کروڑ کا مملکت کے اندر کوئی رول نہیں ہے جب تک یہ اپنا کردار نہیں نبھاتے، اس وقت تک ملت نجات نہیں پا سکتی۔

اصلی تحریک اور رینٹل تحریک میں فرق:

ہر ملک میں اپنا کردار نبھانا اُس ملت کا کام ہے، اُس اُمت کا کام ہے۔ رہبروں کا کام ملتیں بیدار کرنا ہے، لیڈروں کا کام ملتیں بیدار کرنا ہے، خواص کا کام ملتوں کو آگاہ کرنا ہے۔ جیسا کہ امام راحل، امام خمینیؒ نے وہ کردار ادا کیا۔ وہ درسِ آزادی تمام دنیا کے لئے ہے، وہ درسِ آزادی از جملہ پاکستان اور تمام اقوامِ عالم کے لئے ہے، وہ درس آزادی کشمیریوں کے لئے بھی ہے۔ کشمیری بھی جب تک دوسروں کو دیکھ رہے ہیں، اس وقت تک کچھ نہیں کرسکتے، یہ پاکستان میں بنے ہوئے گروہ جو اُن کے حمایتی ہیں، یہ خود آزاد نہیں ہیں، یہ خود کرائے کے ہیں۔ جو خود کرائے پر عمل کرتے ہیں، آپ اُن کے ذریعے سے کیسے آزادی حاصل کرسکتے ہیں؟

آپ خود مستقل اللہ کی ذات پر بھروسہ کریں، اہلِ کشمیر اپنی ملت، اپنی سرزمین کی آزادی کے لئے خود اقدام کریں، اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں وہ کرسکتے ہیں، اللہ کے قانون کے مطابق وہ قلت، وہ قلیل کشمیری ان کشمیریوں سے زیادہ کامیاب ہوںگے جو کرایہ داروں کے ماتحت ہو کر کچھ کر رہے ہوں۔ یہ تو خود کرائے کے لشکر ہیں، یہ تو خود کرائے پر تحریکیں چلاتے ہیں، کرائے کے اوپر سارے مسائل کھڑے کرتے ہیں۔ کرایہ لیتے ہیں اور اپنے ملک کے مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کردیتے ہیں۔ اس ملک کے اندر ہر چیز رینٹل ہے اور خریدی جاتی ہے۔

پاکستان کو منڈی بنانا، ملت کی تحقیر:

عربی بدو یہاں آتے ہیں، کبھی بحرین کا بدو آتا ہے، کبھی قطر کا بدو آتا ہے، کبھی سعودیہ کا بدو آتا ہے، اس ملک میں خریدنے کے لئے آتا ہے۔ یہ کبھی حکمران خریدنے آتا ہے تو کبھی کوئی فورس خریدنے آتا ہے، کبھی لیبر خریدنے آتا ہے، کبھی لشکر خریدنے آتا ہے، کبھی لیڈر خریدنے آتا ہے۔ کیا پاکستان ایک منڈی ہے! پاکستان ایک مملکت و ایک ریاست ہے، اس کے اندر ایک آبرومند قوم رہتی ہے، اُس قوم کی ایک اپنی آئیڈیالوجی ہے، اُس قوم کی اپنی ایک شخصیت و حیثیت ہے، جس طرح منڈی لگتی ہے اور بیوپاری آتے ہیں اور منڈی میں جانور کھڑے ہوئے ہیں، آکر آرڈر دیتے ہیں کہ اتنے یہ چاہئیں، اتنے وہ چاہئیں۔ وہ سارے جمع کر کے اُن کو دے دیئے جاتے ہیں۔ پاکستان کو منڈی کیوں بنا دیا گیا ہے کہ دائیں بائیں طرف سے ہر ملک بیوپاری بن کر آئے کہ اتنے پاکستانی اس کام کے لئے چاہئیں اور اتنے اس کام کے لئے ضرورت ہیں۔ بحرین کے عوام کو سرکوب کرنے کے لئے اتنے ریٹائرڈ چاہئیں، یمن میں جانے کے لئے اتنے چاہئیں، اُدھر جانے کے لئے اتنے چاہئیں۔ کیا یہ منڈی ہے!

نجاتِ امت، امت کا میدان میں حضور:

اس ملت کے اندر عزت کا احساس بیدار ہو اور اپنی مملکت کو سنواریں اور بنائیں۔ ملک سے بھاگنے سے ملک نہیں سنورتا۔ اکثر جب کوئی حادثہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ بچوں کو بھی باہر لے جاؤ، سرمایہ بھی باہر لے جاؤ، کاروبار بھی باہر لے جاؤ، خود بھی ویزہ لو اور اس ملک سے بھاگو، کہیں اور جگہ مل جائے گی۔ یہ عوامی اسٹراٹیجی ہے جس کے مطابق پاکستان بچانا چاہ رہے ہیں۔ نہیں! ایسا نہیں ہوسکتا۔ عوام ہی کے ذریعے یہ سب عملی اور وقوع پذیر ہوگا۔

اگر نبی بھی ہوں لیکن اُمت نہ ہو تو کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ امام موجود ہوں، اُمت میدان میں نہ ہو تو کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ آپ جانتے ہیں کہ آئمہ اثنا عشر کے ساتھ کیا ہوتا رہا! کربلا میں امام پہنچے اُمت نہیں پہنچی۔ بارہ سو سال سے امام موجود ہیں اور امت کے منتظر ہیں لیکن اُمت میدان سے غائب ہے۔ طولانیتِ عرصۂ غیبت کا راز ہی یہی ہے کہ اُمت غائب ہے، اُمت کا کوئی رول نہیں ہے، اُمت بِلا کردار ہو کر فقط ٹائم پاس کرنے میں اپنا فریضہ اسی حد تک سمجھتے ہیں کہ بچے پیدا کریں، کمائیں، جاب مل جائے اور کمائیں اور کھائیں اور پھر آگے اُن کے بچے پیدا ہو جائیں اور پھر یہی دہرائیں۔

اپنے آپ کو کوئی ذمہ دار ہی نہیں سمجھتے، نہ ملک کا، نہ مملکت کا، نہ دین کا، نہ آئیڈیالوجی کا، کسی بھی شئی کا ذمہ دار ہی نہیں سمجھتے تو یہی چلتا رہے گا اور پھر ملک بھی انہی درندوں کے ہاتھ میں رہے گا۔ خدا نہ کرے کہ ہمیشہ کے لئے پاکستان ان کا ہو کر رہ جائے کہ اس میں زیادہ تباہی ہے۔ اس لئے ہمیں یہ حادثات بھی پیغام دیتے ہیں اور یہ یومِ آزادی بھی ہمیں بلا تاو پیغام دیتا ہے اور دین بھی ہمیں یہی فرمان دیتا ہے، تقویٰ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اللہ کی تدبیر سے ملک محفوظ کریں۔

تقویٰ کے ذریعے سے تدبیر کریں اور تقویٰ کا لباس، زیبِ تن کریں تا کہ پاکستان، ملک و مملکت و عوام و ہر طبقہ پاکستان کے اندر محفوظ رہے، تحفظ کے ساتھ رہے، احساسِ امن و امنیت کے ساتھ رہے۔

ہماری دعا ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ اس ملک و اس پاک سرزمین کو تمام شریروں سے پاک فرمائے!